مسلسل اشاعت کے 60 سال

ماہنامہ

الحق

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

710-711
جمادی الاولیٰ
۱۴۴۶ھ
اکتوبر، نومبر ۲۰۲۴ء

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ ﷺ النَّبِیِّ الْأُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِهٖ وَسَلِّم تَسلِیمَا

جلد نمبر 60
شمارہ نمبر 2-1
جمادی اولی ۱۴۴۶ھ
اکتوبر، نومبر ۲۰۲۴ء

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ	نگران	باہتمام	بانی
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	مولانا حامد الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی

منتظم: بابر حنیف

فہرست مضامین

- نقش آغاز: عالم عرب (بحرین) کی معروف شخصیت شیخ ڈاکٹر نظام محمد صالح یعقوبی کی دارالعلوم آمد۔ "حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی: حیات وخدمات" ماہنامہ "الحق" کی نئی خصوصی اشاعت۔ ماہنامہ "الحق" کے ۵۹ سالہ ریکارڈ کی جدید تدوین وجلد بندی......مولانا راشد الحق ۲
- مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا ملکی و بین الاقوامی میڈیا کو لکھا گیا مکتوب ....ادارہ ۸
- سیرت نبویؐ اور ہماری ذمہ داری ....شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ ۱۰
- سفرنامہ انڈونیشیا ......(تیسری قسط) ....مولانا راشد الحق سمیع ۱۵
- مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا سیاسی تفکر اور شیخ الہندؒ ....پروفیسر محمد یونس خان میو ۲۵
- کتنی مشکل زندگی ہے، کس قدر آساں ہے موت ....مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی ۳۲
- درہم و دینار کو لوٹانے کی تدابیر پر چند گزارشات ....ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی ۳۷
- جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعمیراتی اور تحقیقاتی منصوبے ......مولانا عبدالقدوس محمدی ۵۰
- منصب قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا تحقیقی جائزہ ....مفتی عبداللہ فردوس ۵۱
- انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا شرعی جائزہ ....مولانا مفتی محمد سفیان حقانی ۵۸
- دارالعلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۶۳
- تعارف وتبصرہ کتب ....مولانا محمد اسلام حقانی ۶۹

ماہنامہ "الحق" جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ آفس فون نمبر: 630435-923 92+
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com ------- موبائل نمبر: 0345-9414977 ۔ 0333-9167789
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk ------- فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/70 روپے۔ سالانہ -/800 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم مولانا راشد الحق سمیع

عالم عرب (بحرین) کی معروف بین الاقوامی شخصیت
شیخ ڈاکٹر نظام محمد صالح یعقوبی مدظلہ کی دارالعلوم حقانیہ آمد

۲۶/اکتوبر ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ عالم عرب بحرین کے ممتاز محقق، نامور مصنف، ماہر اسلامی معاشیات، مسند البحرین الشیخ نظام محمد صالح یعقوبی اپنے وفد کے ہمراہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ راقم نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ اور طلبائے کرام کے ہمراہ معزز مہمان کا پرتپاک استقبال کیا۔ بعدازاں راقم نے اپنے دفتر میں خیرمقدمی کلمات کہے اور دارالعلوم کے بارے میں انہیں آگاہ کیا۔ شیخ نظام یعقوبی صاحب نے امریکہ، کینیڈا، لندن اور مشرق وسطی کی مختلف یونیورسٹیز سے فقہ، تفسیر، حدیث، تصوف اور دیگر اسلامی وعصری علوم میں ماسٹرز اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کررکھی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے عالم عرب اور خصوصاً برصغیر کے بڑے بڑے اکابرین ومشائخ سے اسلامی علوم میں کسب فیض اور اجازت حدیث حاصل کی ہے، ان میں دادا جان شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ بھی شامل ہیں، آپ کئی علمی وتحقیقی کتابوں کے مصنف اور مولف ہیں اور بحرین میں ایک بہت بڑی لائبریری "مکتبہ نظام یعقوبی الخاصہ" کے موسس وسربراہ ہیں۔

مہمانوں کو جامعہ کے مختلف شعبہ جات خاص کر شعبہ تخصصات کا وزٹ کرایا گیا اور جامعہ کی مرکزی نئی لائبریری لے جایا گیا جہاں انہوں نے لائبریری میں موجود مختلف موضوعات پر کتابوں کا جائزہ لیا اور کتابوں کے عظیم ذخیرے کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اور لائبریری کے حسن انتظام، جدت کو کافی سراہا۔ آپ نے جامعہ کی لائبریری میں محفوظ قدیم مخطوطات میں کافی دلچسپی لی اور کہا کہ یہ بہت قیمتی و نادر تراث ہیں جس کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ لائبریری کے وزٹ کے بعد انہیں دارالحدیث کے وسیع ہال لے جایا گیا وہاں نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے مہمانوں سے خیرمقدمی کلمات کہے، ان کے بعد محترم مولانا سجاد الحجابی صاحب نے طلبا سے شیخ نظام یعقوبی صاحب کی شخصیت وعلمی خدمات کا عربی زبان میں تعارف کرایا۔ اس موقع پر حضرت مولانا فیض الرحمن حقانی صاحب نے جامعہ کی طرف سے شیخ نظام یعقوبی صاحب کی خدمت میں جاری کردہ اعزازی سند کی عبارت پڑھی اور حضرت مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ نے وہ سند شیخ نظام

یعقوبی صاحب کو پیش کی۔شیخ نظام یعقوبی نے علما وطلبا کے سامنے چند مسلسلات مسلسل بالاولیہ وبالرحمۃ پڑھ کر سنائیں اور حاضرین کو اجازت حدیث سے نوازا۔اس کے بعد شیخ نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شیوخ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ ، شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ بابا جی ، حضرت مولانا عبدالحلیم دیر بابا جی سے اجازت حدیث طلب کی جس کی بنا پر ان حضرات نے آپ کو اجازت حدیث عطا کی۔ بعدازاں حضرت مولانا امداد اللہ یوسفزئی صاحب نے مولانا فیض الرحمٰن حقانی کے صاحبزادوں محمد سفیان اور محمد ثوبان کا نکاح مولانا حبیب الرحمٰن کی دو صاحبزادیوں سے پڑھایا۔حضرت مہتمم صاحب نے آخر میں چند کلمات اور دعا فرمائی،مہمانوں نے مقبرہ حقانیہ، شعبہ دارالحفظ اور دارالعلوم حقانیہ کی نئی جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کا دورہ بھی کیا۔اس کے بعد مہمان مکرم مولانا فیض الرحمٰن صاحب کے مکتبہ زہبیہ کے افتتاح کے لئے تشریف لے گئے ، انہوں نے اُس نئی بلڈنگ کا افتتاح کیا جس میں مولانا فیض الرحمٰن صاحب نے نہایت ہی خوبصورت، بہترین اورنفیس کام سے مزین لائبریری بنائی ہے۔اسی بلڈنگ میں بالائی چھت پر ایک خوبصورت مسجد بھی بنائی گئی ہے ، یہ بلڈنگ اپنی منفرد خصوصیات اور خوبصورتی کے لحاظ سے انتہائی جاذب نظر اور متاثر کن ہے۔اس میں مولانا فیض الرحمٰن صاحب کا ذوق لطیف جگہ جگہ چھلکتا ہے۔مولانا فیض الرحمٰن صاحب نے معزز مہمانوں کے اعزاز میں ایک بڑی دعوت کا انتظام کیا تھا، پھر رات کوبھی معزز عرب مہمان سے ہزاروں علماء ملاقات کے لئے تشریف لائے اور مکتبہ میں ایک بڑی علمی مجلس منعقد ہوئی اور پرتکلف عشائیے کا دوبارہ انتظام ہوا۔دارالعلوم حقانیہ سے عم مکرم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ و برادر مکرم مولانا حامد الحق صاحب و دیگر تمام اساتذہ نے نمائندگی و شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا فیض الرحمٰن صاحب کو بہت سی علمی،ادبی اور خداداد صلاحیتوں سے نوازا ہے، آپ کی انہی صلاحیتوں سے متاثر ہوکر شیخ نظام صالح یعقوبی صاحب یہاں تشریف لائے تھے۔مولانا فیض الرحمٰن صاحب اپنی قابلیت اور اعلیٰ اخلاق اور علمی رسوخ و ذوق مطالعہ کے باعث حضرت والد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے انتہائی منظورِنظر تھے۔آپ کی وقیع عربی علمی کتابوں کی بیروت سے اشاعت پر انہیں بہت مسرت ہوتی۔ ''مکتبہ ذہبیہ'' دارالعلوم حقانیہ ،موتمر المصنفین اور دارالعلوم کا ہی ایک نیا شعبہ ہے ،دارالعلوم حقانیہ اپنے اس قابل فخر فرزند کی جملہ علمی و دینی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہے۔آپ کی عزت افزائی اصل میں دارالعلوم و مشائخ حقانیہ کی عزت افزائی ہے۔پھر دوسرے دن ۲۷/اکتوبر۲۰۲۴ء بروز اتوار معزز مہمان شیخ نظام محمد صالح یعقوبی صاحب اپنے وفد کے ہمراہ دوبارہ

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ تخصصات میں تشریف لائے۔ راقم نے مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب ،مولانا شیخ محسن الرفاعی ،مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی ،مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی اور تخصصات کے طلبائے کرام کے ہمراہ معزز مہمانوں کا استقبال کیا۔ راقم نے حضرت شیخ کا تخصصات کے شرکاء سے مختصر تعارف کروایا اور کچھ ترحیبی کلمات کہے،اس کے بعد مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب نے طلباء سے شیخ ڈاکٹر نظام یعقوبی صاحب کی شخصیت و علمی خدمات اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا عربی زبان میں تعارف اور سپاسنامہ پیش کیا۔ بعد ازاں شیخ نظام یعقوبی نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ اور بانی جامعہ سے متعلق توصیفی کلمات کہے اور کہا کہ دارالعلوم حقانیہ میرا اپنا گھر ہے دوبارہ بھی آوں گا، نیز شیخ نظام یعقوبی صاحب نے طلبائے تخصصات واساتذہ کو اجازت حدیث بالخصوص مسلسلات کی اجازت سے نوازا۔ راقم نے شیخ نظام یعقوبی صاحب کی خدمت میں موتمر المصنفین ، ماہنامہ ''الحق'' اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی طرف سے اعزازی شیلڈ (الدرع الفخری) ،''تفسیر لاہوری''، ماہنامہ ''الحق'' کا مولانا سمیع الحق نمبر اور ختم نبوت نمبر پیش کیا۔ پھر اسی روز 27 اکتوبر بروز اتوار شیخ ڈاکٹر نظام یعقوبی صاحب مدظلہ کے ہمراہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی امداد اللہ یوسفزئی صاحب مدظلہ (استاد حدیث اور ناظم تعلیمات جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاون کراچی) کے قائم کردہ مدرسہ ''الجامعۃ الاسلامیۃ'' بابوزئی مردان حاضری ہوئی۔ برادرم مولانا حامد الحق حقانی ،مولانا فیض الرحمٰن ،مولانا عبدالحق ثانی کو بھی حضرت مولانا امداد اللہ صاحب نے خصوصی دعوت دی تھی۔ یہاں سے فراغت کے بعد اسی روز سہ پہر 27 اکتوبر کو معزز مہمان شیخ نظام یعقوبی صاحب و دیگر علمائے کرام کے ہمراہ ممتاز عالم دین شیخ الحدیث مولانا سجاد الحجابی صاحب کے نئے قائم کردہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بالا گڑھی مردان میں برادرم مولانا حامد الحق حقانی صاحب کے ہمراہ جانا ہوا۔ یہاں ہم نے غیر ملکی طلباء سے بھی ملاقاتیں کیں جو آپ کی شہرت سن کر باہر ممالک سے تشریف لائے ہیں ۔روڈ کے کنارے آپ نے ایک وسیع وعریض قطعہ زمین شعبہ تخصصات کیلئے خریدا ہے ،ابھی ابتدائی چند کمرے بنے ہیں مگر طلباء علماء کا رش ابھی سے بڑھ گیا ہے۔ یہاں وفاق المدارس العربیہ ضلع مردان کے مسؤل حضرت مولانا محمد علی ربانی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی ۔الغرض! ڈاکٹر صاحب کے ہمراہ یہ دو دن خوب علمی مصروفیات میں گزرے اور آپ کی باغ و بہار شخصیت سے بہت استفادہ کیا۔اللہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کی یہ علمی و روحانی رونقیں تاابد قائم رکھے اور یہ میخانہ رُشد وہدایت اور چشمہ فیض یونہی جاری وساری رہے۔

''حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی: حیات وخدمات''

ماہنامہ ''الحق'' کی نئی خصوصی اشاعت

استاد محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ، حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی قابل فخر روحانی اولاد میں سے ہیں، آپ آسمان علم وادب کے درخشندہ آفتاب و ماہتاب ہیں، ماہنامہ ''الحق''، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے لئے آپ کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آج حضرت حقانی صاحب مدظلہ کے علمی، ادبی، تصنیفی، تخلیقی اور تحقیقی کارناموں کی دنیا معترف ہے اور دین کے ہر شعبے میں آپ کی مساعی جمیلہ نمایاں نظر آتی ہیں۔ انہی خدمات کی بدولت آپ ہمیشہ سے اپنے معاصرین میں قابل رشک رہے ہیں۔ راقم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے استاد جی کو دادا جانؒ اور ابا جان شہیدؒ کے مقرب، قریب اور خدمت کرتے دیکھا ہے۔ اساتذہ اور مشائخ کی اسی خدمت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ سے علوم دین خصوصاً علم حدیث کی بہت زیادہ خدمت لی ہے، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے درسی افادات ''حقائق السنن''، آثار السنن کی شرح توضیح السنن، شرح شمائل الترمذی (جلد اول) اور مسلم شریف کی عظیم شرح (جوکہ تیئس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے) کے آپ مؤلف و شارح ہیں، اللہ تعالیٰ نے حدیث، علوم حدیث، تذکرہ وسوانح اور دیگر ادبی میدانوں میں آپ سے بڑا تاریخی کام لیا ہے۔ آپ نہ صرف حقانی برادری بلکہ علمائے دیوبند کے بھی فخر ہیں۔ استاد محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ نے اپنے اساتذہ ومشائخ کو اپنے قلم وقرطاس کے ذریعے تاابد اَمر کردیا ہے۔ سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نمبر، ماہنامہ ''الحق'' کا خصوصی شیخ الحدیث نمبر، مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات (۳ جلدیں) نمایاں ہیں، اسکے علاوہ آپ دیگر اکابرین کی حیات وخدمات پر بھی متعدد نمبرات اور سوانحات شائع کر چکے ہیں۔ اسکے علاوہ آپ نے مختلف علمی وتحقیقی اہم موضوعات پر بھی درجنوں کتابیں لکھی ہیں۔ ادارہ ''موتمر المصنفین'' اور ماہنامہ ''الحق'' کی دیرینہ خواہش تھی کہ حضرت حقانی صاحب کی خدمات کے اعتراف پر ایک جامع سوانحی عمری مرتب کی جائے الحمدللہ ماہنامہ ''الحق'' نے برادرم مولانا عماد الدین محمود صاحب کے تعاون واشتراک سے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کی حیات و خدمات پر دو ضخیم جلدوں پر محیط ایک خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ اس ادنیٰ کاوش سے استاد محترم کا کامل حق تو ادا نہیں ہوسکتا، بہرحال یہ ہماری طرف سے تحفہ درویشانہ ہے۔ ع گر قبول افتد زہے عز وشرف

دارالعلوم حقانیہ اور ماہنامہ ''الحق'' اپنے محسنین اور قابل فخر تلامذہ کی خدمات کا کھلے دل سے اعتراف کرتا ہے۔ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ

ماہنامہ ''الحق'' کے ۵۹ سالہ عظیم الشان ریکارڈ
کی جدید تدوین اور خوبصورت جلد بندی

علمی دنیا میں رسائل و جرائد کی قدر و قیمت کسی سے بھی مخفی نہیں، ہر دور میں اس کی اہمیت مسلم ہے۔ مطالعہ اور استفادہ کے حوالے سے اس کی ایک الگ ہی دنیا ہے، اگرچہ اس کے شائقین بھی بہت خاص اور باذوق ہوتے ہیں جنہیں اپنے ذوق کے مطابق علمی، فکری، نظریاتی اور تحقیقی رسائل و جرائد کی جستجو ہر دور میں ہوتی ہے اور یہ ارباب ذوق انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس کے مطالعہ سے اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔

والد ماجد شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہید کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک خاص علمی، ادبی اور مطالعاتی ذوق عطا فرمایا تھا، آپ نے اسی ذوق کی خاطر جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ساٹھ برس قبل اکتوبر ۱۹۶۵ء میں ایک علمی و ادبی پرچہ ماہنامہ ''الحق'' کے نام سے جاری فرمایا جس کو علمی دنیا میں بہت سراہا گیا، الحمدللہ ابتدائے آغاز سے حضرت والد گرامیؒ نے ''الحق'' کے لئے جو معیار مقرر کیا تھا اس معیار پر ہم نے کبھی سمجھوتا نہیں کیا۔ ''الحق'' کے اجراء کے وقت دینی مجلّات کی تعداد بہت کم تھی اس لئے ''الحق'' کے آسمان صحافت پر اہل قلم کی ایک کہکشاں ضیاء باری کر رہی تھی۔ لہٰذا ہر مہینے مختلف النوع علمی، ادبی اور تحقیقی مضامین کا ایک انبار لگ جاتا جس میں ادارتی ٹیم کو انتخاب کرنا مشکل ہو جاتا، پھر ماہنامہ ''الحق'' کے تبادلہ میں اِن کے پاس دنیا بھر سے مختلف مکاتب فکر اور ادبی و علمی حلقوں کے رسائل وجرائد باقاعدگی سے آنا شروع ہوئے اور ان مجلات کو آپ مصروفیات کے باوجود باقاعدگی سے مطالعہ فرماتے، پھر ان مجلّات کو لائبریری کے شعبہ ''رسائل و جرائد'' میں طلبا کے استفادے کے لئے رکھواتے اور پھر سال مکمل ہونے پر اس کی جلد بندی کا باقاعدگی سے اہتمام فرماتے۔ دارالعلوم حقانیہ کی لائبریری کے شعبہ ''رسائل و جرائد'' میں بعض ایسے نادر و نایاب رسائل کی فائلیں آج بھی موجود ہیں جواب نہ شائع ہوتے ہیں بلکہ ناپید ہو چکے ہیں۔

ماہنامہ ''الحق'' کے انسٹھ (۵۹) سال پورا ہونے پر راقم الحروف نے بھی ''الحق'' کی ۵۹/جلدوں کے پانچ عدد سیٹ بنوا لئے ہیں جس کی اندازاً ۲۹۰ ضخیم جلدیں بن گئی ہیں۔ ان کی نہایت

عمدہ، پائیدار، جاذب نظر اور جدید جلد بندی لاہور میں محترم محمد شاہد حنیف صاحب (معروف محقق و اشاریہ نویس) سے کروائی گئیں ہیں، یوں اس علمی، ادبی ذخیرہ ''نسخہ ہائے وفا'' کوخون جگر کی آمیزش سے مدوّن کر کے ہمیشہ کیلئے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اب یہ علمی خزینہ (پانچ عدد سیٹ) پاکستان کے بڑے اور انٹرنیشنل عالمی لائبریریوں میں استفادے کیلئے رکھوایا جارہا ہے تاکہ یہ تاریخی دستاویز و ریکارڈ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو سکے۔ گوکہ یہ کام انتہائی جان جوکھوں کا تھا، پرانے مکتبے میں ہزاروں بکھرے ''الحق'' کے شماروں کو کئی ماہ تک کھنگالا گیا پھر انہیں ایک ترتیب دی گئی اور دارالعلوم کی نئی سنٹرل لائبریری کے وسیع ہال میں کافی عرصہ اس کی ترتیب، تدوین اور صفائی پر کام شب و روز جاری رہا۔ کئی نایاب و پرانے شماروں کی فوٹو کاپیاں بھی کروائی گئیں تب جا کر یہ مکمل ہوئیں اس کے بعد انہیں لاہور جلد بندی کے لئے بھجوایا گیا جہاں سے اب یہ ایک نئے قالب میں ڈھل کر علمی سوغات کی صورت میں استفادے کے لئے عام الناس و علمی حلقوں کیلئے دستیاب ہے اگر چہ اس سے پہلے ہم نے ''الحق'' کا تقریباً سارا انڈکس (اشاریہ) سافٹ صورت میں بھی تیار کرلیا ہے مگر پھر بھی ہارڈ کاپی کی اہمیت اپنی جگہ قائم ہے، میں خود طبعاً کتاب اور ہارڈ کاپی کا شیدائی اور لور (Lover) ہوں۔

میرے اس علمی، ادبی پراجیکٹ میں ماہنامہ ''الحق'' اور ''موتمر المصنفین'' کی ساری ٹیم نے بہت زیادہ محنت اور جانفشانی کا مظاہرہ کیا ہے اگر یہ ٹیم ہمت نہ کرتی تو بظاہر یہ ناممکن تھا۔ ۵۹ سال کے ۷۰۰ شماروں کے پانچ عدد سیٹ بنوائے جس کے تقریباً تین ہزار پانچ سو شمارے اور صفحات تقریباً پچاس ہزار کے لگ بھگ بنتے ہیں۔ یہ ایک مشکل مرحلہ تھا یعنی ماہوار، سن وار ترتیب سے مرتب کرنا کارے دارد تھا مگر اللہ تعالیٰ کی مدد، ذوق و شوق کے جذبے اور حضرت والد صاحب شہیدؒ کی تربیت اور ساتھیوں کے تعاون سے یہ علمی منصوبہ بھی پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔ (الحمدللہ)

یہاں ان تمام ساتھیوں کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے اس علمی منصوبے کو عملی جامہ پہنایا خصوصاً مولانا شوکت علی حقانی، جناب محمد شاہد حنیف، مولانا محمد اسلام حقانی، مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی، مولانا محمد فہد، مولانا حزب اللہ جان حقانی، جناب بابر حنیف، انجینئر عبدالصبور، مولانا مفتی محمد یاسر نعمانی، قاری عادل صاحبان اور دارالعلوم کے طلباء کی شب و روز محنت سے یہ علمی پراجیکٹ مکمل ہوا۔ وما توفیق الا باللّٰہ

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

ادارہ

مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا ملکی و بین الاقوامی میڈیا کو لکھا گیا مکتوب

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو اللہ تعالیٰ نے عالم اسلام کا جو درد و غم عطا فرمایا تھا اس کا اظہار ان کی تحریرات، خطوط اور خطابات سے بخوبی ہوتا ہے۔انہوں نے عالم اسلام کے اساطین علم و ادب، علماء و محدثین، مشائخ و اکابرین امت، نامور اہل قلم، صحافی و دانشور حضرات، سیاسی زعماء و حکمران اور درد دل رکھنے والے ارباب اقتدار کے نام مختلف اوقات میں خطوط لکھے جن کے جوابات ''مکتوبات مشاہیر'' میں شائع ہوئے لیکن افسوس! کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے اصل خطوط بہت کم دستیاب ہوئے۔گزشتہ دنوں نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب کے کتب خانہ سے چند خطوط ملے جس میں ٹی وی چینلز کے مالکان کو دینی جماعتوں کے ساتھ جانبدارنہ رویے اور انہیں نظرانداز کرنے پر ایک اہم مکتوب لکھا گیا تھا یہ تاریخی مکتوب کئی حوالوں سے موجودہ سیاسی و ملکی تناظر میں آج بھی اہمیت کا حامل ہے۔ اسے قارئین کی نذر کیا جارہا ہے۔(مدیر)

محترمی و مکرمی جناب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! خدا کرے مزاج گرامی بالخیر ہوں

کچھ عرصہ قبل بھی ایک دردمندانہ عریضہ ارسال کیا تھا جس کا نہ جواب ملا نہ آنجناب کی طرف سے اس پر کوئی مثبت کاروائی سامنے آسکی۔

محترم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک موثر ٹی وی چینل کے ذریعہ ابلاغ عامہ کی ایک بڑی طاقت سے نوازا ہے، جسے آپ ملک وملت کی بھلائی، ملک کے استحکام آزادی، خداوند تعالیٰ کی حکمرانی اور اصلاح معاشرہ کے لئے کسی لالچ خوف اور رغبت کے بغیر استعمال کرسکیں، اس ضمن میں دفاع پاکستان کونسل جو ناچیز کی صدارت میں تیس پینتیس ملک کی محب وطن دینی سیاسی جماعتوں اور اہم شخصیات کا پلیٹ فارم ہے جس کے مقاصد انتخابی سیاست اقتدار کی رسہ کشی اور داخلی میکیاوَلی سیاست

سے ہٹ کر ملک و ملت کی جغرافیائی اور نظریاتی دفاع ہے، ملک پر مسلط کردہ مغربی غیر ملکی پالیسیوں کے مہلک اور تباہ کن اثرات سے عوام کو باشعور بنا کر منظّم و محترک کرنا ہے، اس ضمن میں ہمارے سمیناروں، لانگ مارچوں اور مسلسل جدوجہد کے ذریعہ جن خدشات اور خطرات کا اظہار کرتے رہے، اس کی تائید امریکی صدر ٹرمپ کے حالیہ بیانات اور پالیسی سے ہوگئی ہے جسے صرف ہم نہیں آپ جیسے غیور اور محبّ وطن شخصیت بھی برداشت نہیں کر سکتے، اسکے بارہ میں فوری طور پر اسلام آباد میں کونسل کا ہنگامی اجلاس ہوا جس کے فیصلوں کا میں نے کل ۲۳ اگست ۲۰۱۶ء کو اسلام آباد پریس کلب میں قائدین اور درجنوں ملکی و غیر ملکی الیکٹرانک میڈیا کے سامنے اعلان کیا، آپکے چینل کے علاوہ بے شمار چینلوں نے کئی گھنٹے رپورٹنگ کی لیکن ایسے اہم حساس غیر متنازعہ مسئلہ سے بھی میڈیا اور آپکے چینل نے مکمل بائیکاٹ کیا، گویا ہم نے ملک و ملت کی خودمختاری امریکی عزائم کو مسترد کرنے کی بات کر کے کوئی بڑا جرم کیا ہو اور میری جماعت اور کونسل کا نام شجرہ ممنوعہ ہو؟ جبکہ دوسری جانب اکثر چینل دیگر معمولی مسائل فتنہ انگیز موضوعات اور خرافات پر مبنی پروگراموں سے کیسا ''فیاضانہ'' سلوک کرتے ہیں۔

محترم! ہم وسائل و ذرائع سے تہی دامن ہیں نہ ہماری پشت پر کوئی ملکی غیر ملکی ادارے اور ایجنسیاں ہیں آپ کے اس رویہ پر ہم سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا مقدمہ پیش کریں اور کیا کر سکتے ہیں، اس سے قبل بھی تمام شریک جماعتوں کے دستخطوں سے آپ سے ایک دردمندانہ التجا کر چکے ہیں اگر آپ کل کی پریس کانفرنس اور فیصلوں کو کسی طرح اجاگر کرسکیں تو کچھ تلافی ہو سکے گی۔

آئین کی ترامیم اور اسے متنازعہ بنانے کے سلسلے میں جوڑ توڑ شروع ہوچکی ہے، اس بارہ میں جمعیت علمائے اسلام (س) نے ۲۸/اگست کو اسلام آباد میں آل پارٹیز کانفرنس طلب کی ہے جو آپ اور ہم سب کا مسئلہ ہے مجھے خطرہ ہے کہ الیکٹرانک میڈیا اس کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک نہ کر بیٹھے ہمیں اپنی شکایت آپ تک پہنچانی تھی باقی آپ کی مرضی ہے، اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کو ملک و ملت کی صلح و رہنمائی اور خدمت کی توفیق دے۔

والسلام

(مولانا) سمیع الحق

چیئرمین دفاع پاکستان کونسل، امیر جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان

خطاب: حضرت مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق مدظلہ

سیرت نبویؐ اور ہماری ذمہ داری

نَحْمَدُهُ وَ نُصَلِّي عَلٰى رَسُولِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰه الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (الصف:۹)

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے پڑے بُرا مانیں مشرک''

عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: وَثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِاَبِي لَهَبٍ، كَانَ اَبُوْ لَهَبٍ اَعْتَقَهَا، فَاَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صلى اللّٰه عليه وسلم فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ لَهَبٍ اُرِيَهُ بَعْضُ اَهْلِهِ بِشَرِّ حِيْبَةٍ .قَالَ لَهُ: مَاذَا لَقِيْتَ؟ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ: لَمْ اَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ اَنِّي سُقِيْتُ فِي هٰذِهٖ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ (البخاری: ۴۸۱۳)

''حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی جسے اس نے آزاد کر دیا تھا، اُس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا جب ابولہب مر گیا تو اُس کے اہلِ خانہ میں سے کسی کے خواب میں وہ نہایت بری حالت میں دکھایا گیا۔ اس (دیکھنے والے) نے اُس سے پوچھا: تمہارا حال کیا ہوا؟ ابولہب نے کہا: میں بہت سخت عذاب میں ہوں۔ اِس سے کبھی چھٹکارا نہیں ملتا البتہ مجھے (ایک عمل کی جزا کے طور پر) اس (انگلی) سے قدرے سیراب کر دیا جاتا ہے جس سے میں نے (محمدؐ کی ولادت کی خوشی میں) ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔''

بعثتِ نبیؐ سے قبل عرب کے حالات

معزز سامعین کرام! آپ کے علم میں ہے کہ ماہ ربیع الاول کا چاند طلوع ہو چکا ہے اور یہ مہینہ اسلامی کلینڈر کا اہم مہینہ ہے کیونکہ اس ماہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک ہوئی ہے۔ اس وجہ سے اس ماہ اسلامی فکر میں بہت اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے عرب بلکہ پوری دنیا کو تہذیب وتمدن اور صالح معاشرتی نظام سے ہمکنار ہونے کا موقع ملا،

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب معاشرہ انتہائی زوال پذیر اور اخلاقی انحطاط کا شکار تھا، اس دور کو جاہلیت کا دور کہا جاتا ہے، جس میں لوگ اخلاقی، سماجی، مذہبی اور سیاسی لحاظ سے گمراہی میں مبتلا تھے۔ عرب معاشرہ میں رائج رسوم و رواج اور سماجی حالات کی وجہ سے وہاں ظلم، ناانصافی اور انتشار کا راج تھا۔ عرب معاشرے کی مذہبی حالت نہایت بگڑی ہوئی تھی اور لوگ بت پرستی میں مبتلا تھے۔ ہر قبیلہ اپنے مخصوص بتوں کی پوجا کرتا تھا۔ خانہ کعبہ جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اللہ کی عبادت کیلئے تعمیر کیا تھا، بتوں سے بھر چکا تھا، ہر بت کے پیچھے مختلف دیومالائی کہانیاں اور روایات جڑی ہوئی تھیں۔ بتوں کی پرستش کے علاوہ، عربوں میں توہمات اور جادوگری کا بھی رواج تھا، لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بت ان کی زندگی کے مسائل حل کر سکتے ہیں، اور وہ ان بتوں کے سامنے جانوروں کی قربانی کرتے تھے۔ ستاروں کی پوجا، قسمت کے تیر چلانا اور مختلف قسم کے جھوٹے دیوی دیوتاؤں کی عبادت بھی ان کے مذہبی عقائد کا حصہ تھے۔ صرف مذہبی نہیں بلکہ عرب معاشرے کے سماجی حالات بھی انتہائی بگڑے ہوئے تھے۔ معاشرتی ناانصافی عام تھی اور طبقاتی تفریق اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ قبائلی نظام عرب معاشرت کی بنیاد تھا اور ہر شخص اپنے قبیلے سے وابستہ ہوتا تھا۔ قبائلی عصبیت کی بنا پر اکثر لڑائیاں اور جنگیں ہوتی رہتی تھیں، جو بعض اوقات سالہا سال تک جاری رہتی تھیں، عورتوں کو مال و دولت کی طرح خریدا اور بیچا جاتا تھا، ان کی کوئی عزت اور حقوق نہیں تھے، بلکہ اکثر قبائل میں عورتوں کو وراثت سے بھی محروم رکھا جاتا تھا، بیٹیوں کی پیدائش کو باعثِ شرم سمجھا جاتا تھا اور بچیوں کو زندہ دفن کرنے کا رواج عام تھا، اشرافیہ اور سردار طبقہ ہمیشہ غریبوں اور کمزوروں پر ظلم کرتا اور انہیں حقیر سمجھتا تھا۔ قبائلی سرداروں کے پاس بے پناہ اختیارات تھے اور وہ قانون سے بالاتر سمجھے جاتے تھے۔ عربوں کی اخلاقی حالت بھی انتہائی خراب تھی۔ جھوٹ، دھوکہ دہی، فریب کاری اور بے حیائی معاشرت کا حصہ بن چکی تھیں۔ عرب معاشرے میں قماربازی، شراب نوشی، اور زناکاری عام تھی، یہ تمام برائیاں معاشرتی نظام کا حصہ بن چکی تھیں اور ان میں ملوث ہونا فخر سمجھا جاتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش میں مختلف اقوال ہیں لیکن مشہور یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ تاریخی روایات کے مطابق، آپ کی پیدائش ۵۷۰ عیسوی یا ۵۷۱ عیسوی کی متوقع ہے، جسے عام طور پر ''عام الفیل'' کہا جاتا ہے۔ یہ نام اس سال کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جب ابرہہ، ایک حبشی سردار، نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تھا۔ ابرہہ نے ایک بڑا فوجی دستہ اور ہاتھیوں کی مدد سے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت

کیلئے ''فیل'' (ہاتھی) کے فوج کو تباہ کر دیا اور مکہ مکرمہ محفوظ رہا، یہ واقعہ نبی کریمؐ کی پیدائش کے سال میں ہوا اور اس نے آپ کی پیدائش کو ایک اہم موقع بنایا، اس واقعہ کا تذکرہ قرآن میں ملتا ہے کہ:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيلِ ○ أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ○ وَّأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ○ تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ ○ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ (الفیل: ۵-۱)

''اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں (فوجیں) بھیجیں کہ انہیں کنکر کے پتھروں سے مارتے تو انہیں کر ڈالا جیسے کھائی کھیتی کی پتی''

قبل از ولادت بشارت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل آپؐ کی والدہ آمنہ بنت وہب نے ایک خواب دیکھا تھا جس میں انہیں بشارت دی گئی کہ آپ کے بیٹے کی پیدائش سے بڑے بڑے فوائد اور برکتیں آئیں گی۔ اس خواب میں انہیں بتایا گیا کہ ان کا بیٹا دنیا کو روشنی دے گا اور امتوں کو ہدایت دے گا۔ آمنہ نے حمل کے دوران ایک خواب میں دیکھا کہ ان کے پیٹ سے ایک نور نکل رہا ہے جو آسمانوں اور زمین کو روشن کر رہا ہے۔ یہ خواب ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور اہمیت کی علامت تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ نے اپنے شوہر عبداللہ بن عبدالمطلب کے انتقال کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت اکیلا ہونے کا سامنا کیا۔ عبداللہ کی وفات کی وجہ سے آمنہ کی حالت مشکل تھی کیونکہ عبداللہ کی وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے قبل ہی ہو گئی تھی، جب آمنہ چھ ماہ کی حاملہ تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت کعبہ کی چھت پر روشنی چھا گئی اور بہت سی نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ مکہ مکرمہ کے قریش قبیلے کے خاندان میں واقع تھی جو کہ ایک معزز اور ممتاز خاندان تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے بعد، آپ کو آپ کی والدہ آمنہ نے بہت پیار اور محبت کے ساتھ پالا۔ والد عبداللہ کی وفات کی وجہ سے آپ کی پرورش میں اہم کردار آپ کی دادھیال اور نانی نے ادا کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ ماہ کی عمر میں، قریش کی ریت کے مطابق، ایک دودھ پلانے والی عورت حلیمہ سعدیہ کے حوالے کیا گیا۔ حلیمہ سعدیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قبیلے میں پالنے کا شرف حاصل کیا اور اس دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحرا کی زندگی اور عربی زبان و ثقافت کا گہرا علم حاصل کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انقلابی شخصیت

معزز سامعین کرام! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی اور تعلیمات کے ذریعے دنیا کے نظام کو بنیادی طور پر تبدیل کیا۔ آپصلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے نہ صرف عرب بلکہ پوری دنیا کی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت دنیا کے مختلف حصوں میں موجود نظام میں بہتری اور تبدیلی کے آثار نظر آنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے ذریعے انسانیت کو نئی راہ پر گامزن کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے ساتھ ہی عرب معاشرہ میں اخلاقی، سماجی، معاشرتی، قانونی اور حکومتی سطح پر نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی واحدیت (توحید) کی تعلیم دی اور شرک (جو کہ عرب معاشرہ میں عام تھا) کے خلاف جنگ کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بت پرستی سے نکال کر اللہ واحد کی عبادت کی طرف مائل کیا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا (النساء: ٣٦) ''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔''

اس تعلیم نے لوگوں کی روحانی حالت کو درست کیا اور ان کے دلوں میں خالص عقیدہ وتوحید کو پروان چڑھایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ اخلاقی اصول متعارف کروائے، جیسے سچائی، امانت داری اور نیک نیتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ ''میں مکارمِ اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں'' (صحیح بخاری ومسلم) اس نے معاشرتی اخلاقیات کا معیار بلند کیا اور لوگوں کو اچھے کردار کی طرف مائل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر انسان کی ذاتی عزت واحترام کو برقرار رکھنے کی تعلیم دی جو کہ معاشرتی برائیوں کو کم کرنے میں معاون ثابت ہوا۔ آپؐ نے معاشرت میں نسلی اور قبائلی تفریق کو ختم کیا اور برابری کا اصول قائم کیا اور غریبوں اور یتیموں کی مدد کرنے اور ان کے حقوق کی حفاظت کرنے پر زور دیا۔ اسلامی قوانین اور عدلیہ کے نظام کی بنیاد رکھی جو کہ معاشرتی زندگی کو منظم کرنے اور انصاف فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل و انصاف کو اپنی تعلیمات کا حصہ بنایا اور معاشرتی فیصلے کرنے میں انصاف کی اہمیت پر زور دیا۔

معزز سامعین کرام! طویل سیاسی و مزاحمتی جدوجہد کے بعد آپصلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم کی جو کہ ایک نیا سیاسی اور حکومتی نظام تھا۔ اس ریاست میں اسلامی قوانین کے مطابق حکومت چلائی گئی اور مسلمانوں کے درمیان ایک معاہدہ کیا گیا جس میں حقوق و فرائض کی وضاحت کی گئی۔ یعنی نبی کریمؐ کی تعلیمات اور عمل نے معاشرتی، اخلاقی، اور سیاسی سطح پر نمایاں تبدیلیاں کیں، جو آج بھی پوری دنیا میں مسلمانوں کی زندگیوں میں جھلکتی ہیں۔ آپؐ کی زندگی

اور تعلیمات نے دنیا کے نظام کو نئے انداز میں تبدیل کر دیا اور ایک بہتر اور انصاف پسند معاشرت کے قیام کی بنیاد رکھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل اور تعلیمات کے ذریعے انسانیت کو ایک نئی روشنی عطا کی جو آج بھی موجود ہے اور اس سے دنیا بھر میں ہزاروں افراد استفادہ کر رہے ہیں۔

ہماری ذمہ داری

معزز سامعین کرام! آج کل ہم نے ربیع الاول کے مہینے میں بدعات و رسومات کا آغاز کیا جو ہرگز شرعی امور نہیں بلکہ غیر شرعی افعال ہیں جن سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ نبی کریمصلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی مناسبت سے جشن منانا، چراغاں کرنا، اور گھروں کو سجانا اسلامی تعلیمات کا حصہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ولادت کے دن جشن نہیں منایا اور نہ صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین نے بھی اس دن کو جشن کے طور پر نہیں منایا۔ ربیع الاول میں چراغاں کرنا اور دیگر مخصوص رسوم اختیار کرنا بدعت ہے۔ ایسی بدعات اور خرافات سے بچنا ضروری ہے جو اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہیں۔ ہمیں اپنی زندگی اور اعمال پر غور کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ ہماری زندگی سنتوں کے مطابق گزر رہی ہے یا نہیں جو اعمال سنت سے دور ہیں، ان میں سنتوں کی پیروی کی کوشش کرنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جو شخص فساد کے زمانے میں سنتوں کے احیاء کی کوشش کرتا ہے، اسے سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد' (مشكوة المصابيح)

''میری امت کے بگڑنے کے وقت جس آدمی نے میری سنت کو مضبوطی سے تھاما،
اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔''

اسی طرح جامع الترمذی کی روایت ہے کہ:من أحيا سنة من سنتي قد أميتت بعدي فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غير أن ينقص من أجورهم شيئًا، و من ابتدع بدعة ضلالة لايرضاها الله و رسوله كان عليه من الإثم مثل آثام من عمل بها لاينقص من أوزارهم شيئًا(جامع الترمذی) ''جس آدمی نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد چھوڑ دی گئی تھی تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ اس سنت پر عمل کرنے والوں کو ملے گا، بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے اور جس آدمی نے گمراہی کی کوئی نئی بات (بدعت) نکالی، جس سے اللہ اور اسکے رسول خوش نہیں ہوتے، تو اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا کہ اس بدعت پر عمل کرنے والوں کو گناہ ہوگا، بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

مولانا راشد الحق سمیع
مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''الحق''

(تیسری قسط)

سفرنامہ انڈونیشیا

انڈونیشین کی حکومت کی دعوت پر پاکستانی علماء، دانشوروں کا دورہ

دن بھر کے سخت شیڈول اور تعلیمی اداروں کے وزٹ کے بعد ہوٹل میں آتے ہی کچھ دیر آرام کے لئے لیٹا ہی تھا کہ فوراً آنکھ لگ گئی پھر رات گیارہ بجے کے قریب آنکھ کھلی تو رات کے کھانے کا وقت بھی گزر چکا تھا، کمرے سے باہر نکلا تو جناب ظفر اللہ خان صاحب بھی اپنے کمرے سے نکل کر لابی میں گزر رہے تھے اور مجھے دیکھ کر کہا کہ آپ نے کھانا کھایا ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضرت نہیں ! گروپ کے سب لوگوں نے تو کھالیا ہے مگر مجھے اُس وقت بھوک نہیں تھی، تو انہوں نے کہا کہ فوراً تیار ہوجائیں خورشید ندیم صاحب بھی میرے ساتھ جارہے ہیں تو آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں لہٰذا ہم تینوں اپنے ہوٹل سے ریسٹورنٹ کی تلاش میں نکل پڑے، زیادہ تر ریسٹورنٹ بند ہوچکے تھے پھر بھی ایک پیزا کا ریسٹورنٹ ہمیں مل ہی گیا، مزیدار کھانا تناول کرنے کے بعد جناب ظفر اللہ خان صاحب نے بتایا کہ ساتھ ہی اسٹار بکس کافی کی خوبصورت شاپ ہے وہیں سے کافی بھی پیتے ہیں، لہٰذا وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ کافی ہاؤس بند ہوگیا ہے جس پر ظفر اللہ صاحب کا موڈ قدرے آف ہوگیا لیکن میں نے انہیں بتایا کہ کل رات میں نے اسی سٹریٹ میں ایک انڈونیشین روایتی چائے خانہ دریافت کیا ہے جس کی انڈونیشین چائے کے ذائقے کا کیا کہنا۔لہٰذا ہم تینوں مشتاقانِ چائے مطلوب مقام پر پہنچے تو گیٹ پر کھڑے شخص نے یہ مژدہ سنایا کہ ریسٹورنٹ کا ٹائم ختم ہوچکا ہے، معذرت کے ساتھ آپ لوگ اندر نہیں جاسکتے۔ جناب ظفر اللہ صاحب کمال کے بے تکلف ومتوکل انسان ہیں، انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا اور سر اندر کر کے انگریزی میں ہوٹل والوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ دور سے آئے ہوئے مہمانوں کو آپ چائے نہیں پلائیں گے؟ اور انہیں اندر آنے نہیں دیں گے؟ جس پر وہ لوگ بہت حیران ہوکر مسکرائے اور مروت میں اندر آنے دیا، میں نے کل رات والی مزیدار، خوشبودار انڈونیشین چائے کا آرڈر دیا، تین چینکیں کچھ دیر میں اپنی بھینی خوشبوؤں کے ساتھ ہمارے سامنے سج گئی تھیں اور روایتی گلاس نما جام بھی رکھ دیئے گئے تھے، چائے کی میز پر ظفر اللہ خان صاحب

اور خورشید ندیم صاحب بھی میرے ہمراہ تھے ہمارے ارد گرد کافی تعداد میں انڈونیشین لوگ بھی ''چاہ'' کے ماحول میں چائے پی رہے تھے۔ بہرحال! چائے کے ساتھ محفل شروع ہوگئی، ظفر اللہ خان صاحب ماشاء اللہ قادر الکلام شخصیت ہیں ہر موضوع پر ان کے منہ سے پھول جھڑ رہے تھے، جناب خورشید ندیم صاحب بھی علم کے گہرے شناور ہیں۔ آپ پہلے تو زیادہ گفتگو نہیں کرتے اگر کچھ بولتے بھی ہیں تو بہت قیمتی علمی، ادبی گفتگو کرتے ہیں اور اس میں بھی موتی پروتے ہیں۔ ہم لوگ آپس میں گپ شپ کر رہے تھے اور ہم نے انڈونیشن ریسٹورنٹ کو قصہ خوانی کا قہوہ خانہ بنا دیا تھا۔ بہرحال! اتنے میں برادرم اسرار مدنی، جناب رشاد بخاری اور مجتبیٰ راٹھور صاحب بھی اچانک اندر داخل ہوئے، ہمیں دیکھ کر وہ لوگ حیران رہ گئے اور ہم لوگ ان کو دیکھ کر حیران ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ پریشان بھی ہوگئے تھے کہ یہ ''بن بلائے مہمان'' آدھی رات کو کہاں سے آدھمکے؟ ان لوگوں نے بتایا کہ ہمیں نیند نہیں آرہی تھی ہم لوگ بھی مٹر گشت کرنے کے لئے باہر نکلے تو سب کچھ بند تھا یہی ایک چائے خانہ تھا جس کا دروازہ آدھا کھلا تھا اس لئے اندر آگئے۔ ان کے آنے سے ہماری محفل ''بزم داستاں گویاں'' پر رونق و دوبالا ہوگئی، یا یوں سمجھئے کہ انارکلی بازار کے بجائے جکارتہ میں آدھی رات کو ''حلقہ اربابِ ذوق'' سج گیا اور یہاں بھی ''پاک ٹی ہاؤس'' لاہور والا ماحول بن گیا۔

چائے، شاعری، نغمے، لطیفے، رت جگے
اپنے حصے میں یہی دیسی دوائیں رہ گئیں

ان لوگوں کے لئے مزید چائے کا آرڈر دیا اس کے بعد تو مسلسل چائے پر چائے کے دور چل پڑے تھے۔ ہم نے گپ شپ میں انڈونیشین چائے کے اتنے زیادہ فنجان اور خم کے خم پیئے کہ افغانیوں کی کثرت چائے نوشی و قہوہ خوری کے ریکارڈ توڑ دیئے۔ چائے کے ساتھ خوبصورت اشعار، قابل فاضل دوستوں کی پر حکمت باتیں اور چائے کے دھوئیں کے ساتھ چاہ کے تڑکے نے بھی طبیعتوں کو گرما دیا تھا اور ہماری جوشیلی گفتگو اور اشعار سے چائے کی پیالیوں میں طوفان بپا ہو گیا تھا اور دوستوں کے لب شیریں کی چنک سے پژمردہ طبیعت اور اداس دل نشاط انگیز مشروبِ مشرق سے بحال ہوگئے۔ چائے کے ''بادہ خانہ'' کے حوالے سے جگر مراد آبادی کا یہ شعر میں نے انہیں سنایا تو شرکاء کافی محظوظ ہوئے۔

آج کل میخانے میں تقسیم ہوتے ہیں جگر
زہر کے ساغر شرابِ زندگی کے نام سے

مصر میں جامعۃ الازھر میں دوران طالب علمی عرب چائے خانوں اور کافی ہاؤسز سے مجھے بڑا واسطہ رہا ہے، صبح کا ناشتہ اور خصوصاً شام کے وقت بازارِ مصر (خان خلیلی) میں کافی کی تندہی اور مصری قہوہ کے تلخ کپوں سے اپنی اداس مسافرزدہ طبیعت کو اس سے شاداور خوش رکھتا تھا۔

یہ ''ہجر'' کے ستائے ہوئے لوگ
کاٹتے ہیں ہجر اپنا چائے خانوں میں

دراصل چائے میری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے، میرے نانا جان الحاج میاں کرم الٰہیؒ پشاور کے پی کے بہت بڑے چائے کے سوداگر تھے اور ان کا آباو اجداد سے چائے کا پیشہ تھا۔ اب بھی چوک یادگار پشاور میں ماموں زاد بھائی چائے کے ماشاء اللہ بہت بڑے کاروباری سیٹ اپ سے وابستہ ہیں۔ یوں گزشتہ ایک صدی سے بھی زیادہ ننھیال چائے کی پتی کے کاروبار سے وابستہ ہے۔

بچپن میں ہم پشاور میں نانا جان کی فرم کے دفتر میں جایا کرتے تو وہاں درجنوں چائے کے نمونے رکھے ہوتے تھے، ماموں اور ان کے خاندان کے افراد گاہکوں کو چائے کاغذ میں ڈال کر پہلے سنگھاتے اور پھر مختلف چائے کے نمونوں کی چائے بنوا کر گاہک اور ہم سب کو پلایا کرتے تھے تو زمانہ طفلی ہی سے چائے کی مختلف اقسام، خوشبوؤں اور ذائقوں سے زبان آشنا ہوگئی تھی۔ ہماری والدہ محترمہ ایسا زبردست پشاوری دم شدہ قہوہ بنوایا کرتی تھیں کہ اس جیسی چائے کی ترکیب اور لذت میں نے کہیں بھی محسوس نہیں کی۔ تو مطلب یہ تھا کہ چائے کے ساتھ میرا لگاؤ خاندانی ہے۔ اسی طرح حضرت دادا جان حضرت مولانا عبدالحقؒ ہندوستان میں کافی عرصہ رہے، تو انہوں نے وہاں پر کچھ عرصہ اپنے اساتذہ و مشائخ کے درمیان رہتے ہوئے تیز پان بھی کھانا شروع کردیا تھا جب تقسیم کے بعد آپ اکوڑہ خٹک گاؤں تشریف لائے تو یہاں پر اکوڑہ، نوشہرہ مردان وغیرہ میں ستر اسی برس قبل پان کا ملنا کہاں ممکن تھا تو اس لئے انہوں نے تیز چائے پینے کا سہارا لیا۔ پشاور کے بازاروں میں اچھی قسم کا قہوہ اور کالی چائے ہمیشہ سے لوگ دور دور سے آکر خریدتے ہیں، اسی لئے حضرت دادا جانؒ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ اور دوستوں کو اِسے ہدیہ کرکے بھیجا کرتے تھے اور اُن لوگوں نے اپنے خطوط میں اس کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس سلسلے میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو بھی ہدیۂ چائے بھیجی گئی اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا عبدالغفور عباسی صاحبؒ (مدینہ منورہ)، حضرت مولانا عبدالخالق کبیر والا کو بھی چائے کا درویشانہ ہدیہ بھیجا کرتے تھے یعنی ع برگ سبز است تحفہ درویش......

ایک دفعہ حضرت دادا جانؒ ٹرین میں کہیں جا رہے تھے تو شیخ الحدیث حضرت مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ زمانہ طالب علمی میں بطور خادم ان کے ہمراہ تھے، انہوں نے ہمیں بتایا کہ میں اسٹیشن میں اتر کر حضرت کے لئے چائے خرید کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے چسکی لیتے ہوئے فرمایا کہ یہ تیز نہیں ہے تو اپنے سامان سے چائے کی خشک پتی لے کر اس کپ میں ڈال دی اور مجھے فرمایا کہ میرے لئے تیز چائے بنوایا کرو،اسی طرح گھر میں بھی بچپن میں دادا جانؒ کے سرہانے چائے کا ڈبہ رکھا ہوتا تھا جب بھی چائے ان کے مزاج کے مطابق نہ ہوتی تو وہ اس میں مزید چائے کے ایک دو چمچ ملا دیا کرتے تھے۔ کثرت مطالعہ کی تھکاوٹ کے بعد ان کی مصروف زندگی کی بڑی تفریح یا سرور کے لمحات تیز چائے کے دو تین گرم کپ ہوا کرتے تھے۔ یہی ذوق چائے نوشی میرے خون میں بھی شامل ہے کہ چائے بہت تیز اور اتنی گرم ہو کہ سلور کی کیتلی، اسٹیل کا تھرماس اور شیشے کی پیالی بھی بلاشبہ پگھل جائے مگر چائے لب سوز ہونی چاہیے تاکہ مزید سوختہ سامانی کا ایندھن فراہم ہو سکے اور چائے کی گرمی وحرارت سے دل کو اور بھی بھونا اور سلگایا جاسکے دراصل میری شعلہ جوالہ طبیعت کو انگارے اور شررفسوں لمحے ہمہ وقت درکار ہوتے ہیں۔اسی بھاپ کی توانائی سے تو دل دھڑکتا ہے اور دماغ کی انگھیٹی سے افکار ومضامین الفاظ کے سانچوں میں ڈھلا کرتے ہیں، یوں بھی مدت دراز سے اپنا چشمہ ء حیات اور سلگتا جسم خشک سالی کا شکار رہے، ٹھنڈے موسم اور سرد و یخ بستہ پانی میری پیاسی روح کو تر نہیں کر سکتے، اِسے کھولتے ہوئے آفتاب کی حدت اور دھوپ کا ایندھن ہی سیراب کرسکتا ہے اور ویسے بھی میری روح کے آنگن میں دھوپ کا ہی بسیرا ہوتا ہے، چاند تاروں کی ٹھنڈک اور خنکی اپنے تنِ سوختہ کی بھٹی میں نہ اُتر سکتی ہے اور نہ ٹھہر سکتی ہے۔

بہرحال ! انڈونیشیا کے سفر کے دوران بار بار ان بدذوق ٹھنڈے مزاج لوگوں سے یہی مطالبہ اور ہر جگہ یہی معاملہ رہا کہ آپ لوگ چائے اور کافی ٹھنڈا شربت بنا کر کیوں لا رہے ہیں؟ اور میری ساری انگلش چائے کے مزید گرم کروانے میں خرچ ہوجاتی مگر مجال ہے کہ اُن یخ بستہ لوگوں کو سمجھ آئی ہو کہ چائے کی ساری رونق ،مزہ اور بانکپن تو حدت ، بھاپ اور اس کی تپش میں پنہاں ہے۔ شاید اسی گرم نوشی کے باعث میری آتش بجاں طبیعت میں بھی تھوڑی بہت گرمی کا اثر انہی چائے کے آتش داں کپوں کا ہو۔ بقول غالب

سایہ میرا مجھ سے مثل دود بھاگے ہے اسد
پاس مجھ آتش بجاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہے

لڑکپن میں امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ کی ''غبار خاطر'' ہاتھ لگ گئی تھی، اس میں چائے کے ذکر خیر اور منافع کثیر کی وجہ سے بھی اپنا نفاست پر مبنی ذوقِ چائے نوشی کا مزاج بن گیا ہے، اب چائے میرے لئے مثل ''آب حیات'' کے درجے میں ہے اور اسی چائے کے بارے میں کسی خوش مزاج باذوق انسان نے کیا خوب کہا ہے کہ چائے ''اشرف المشروبات'' ہے۔ اس خوبصورت مجلس کا اختتام چائے کے آخری گھونٹوں اور خوبصورت اشعار پر ہوا۔ جناب ظفراللہ خان صاحب نے آخر میں بل طلب کیا تو معلوم ہوا کہ کئی لاکھ روپے (انڈونیشین) آج کی اس خوبصورت محفل پر خرچ ہوئے (جو پاکستانی صرف چار پانچ ہزار روپے بنتے تھے) مگر پھر بھی یہ سودا سستا تھا۔

اے کہ می گوئی، چرا جامے بجانے می خری؟
ایں سخن با ساقیِ ما گو کہ ارزاں کردہ است

''اے تو کہ جو پوچھتا ہے کہ، تو ایک جام اپنی جان کے بدلے میں کیوں خریدتا ہے؟، یہ بات ہمارے ساقی سے کہہ دو کہ وہ کیوں سستی بیچ رہا ہے۔''

آخر میں ہم لوگ نیند کی وادیوں میں اترنے کے لئے اپنی اپنی خوابگاہوں کی طرف چل پڑے۔

کس کی تلاش کون سی منزل نظر میں ہے
صدیاں گزر گئیں کہ زمانہ سفر میں ہے

بلٹ ٹرین کے ذریعے تاریخی شہر بنڈونگ روانگی

دو دسمبر: آج ہم لوگ انڈونیشیا کے دارالخلافہ جکارتہ سے رخصت ہو رہے تھے۔ ہماری نئی منزل اور پڑاؤ انڈونیشیا کے تیسرا سب سے بڑے تاریخی شہر بندونگ کی طرف تھا۔ صبح ناشتے کے بعد قافلہ تازہ دم ہوکر تیار تھا اور بذریعہ بس ہم لوگ ریلوے اسٹیشن کی طرف چل پڑے۔ یہ ریلوے اسٹیشن نئی بلٹ ٹرین کے لئے نیا بنا ہے۔ وسعت، جدت اور نئی ٹیکنالوجی کا حامل یہ اسٹیشن خوبصورت اور صاف ستھرا ہے۔ ہم لوگ صبح ساڑھے دس بجے ٹرین میں بیٹھے اور تقریباً ۴۰ منٹ میں ہم نے 144 کلومیٹر کے لگ بھگ کا فاصلہ برق رفتاری کے ساتھ طے کرلیا تھا۔ یہ بلٹ ٹرین چین کے روڈ اینڈ بیلٹ منصوبے کا حصہ ہے (جس کی تفصیلات میں نے سفرنامہ چین میں ذکر کی ہیں) یہ منصوبہ 2015 میں چین کی شراکت سے جکارتہ سے بندونگ تک شروع کیا گیا تھا، تقریباً آٹھ سال میں ساڑھے سات ارب ڈالرز کی لاگت سے یہ مکمل کیا گیا ہے۔ اس میگا پراجیکٹ پر 75 فیصد سرمایہ کاری چین نے کی ہے

کیونکہ چین اس کا سب سے بڑا تجارتی سرمایہ کار پارٹنر ہے۔ یہ ٹرین 350 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہے،اس سے ہائی سپیڈ والی ٹرین اس وقت چین میں چل رہی ہیں اور جاپان نے تو بلٹ ٹرین کی اسپیڈ 600 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار تک پہنچا دی ہے،یعنی پشاور سے کراچی تک کا فاصلہ صرف ڈھائی گھنٹہ میں طے ہوسکتا ہے۔ مقامی زبان میں اس ٹرین کوٹرین کی آواز کی مناسبت سے ''ووش'' رکھا گیا ہے۔یہ منصوبہ ماحول دوست اربن ٹرانسپورٹ کی جدید شکل ہے۔جاوا صوبے کا شہر بندونگ جکارتہ کے بعد دوسرا بڑا شہر ہے جسے ثقافتی ہب بھی قرار دیا جاتا ہے۔

میں نے متعدد ممالک کی بلٹ ٹرین میں سفر کیا مگر یہ اُن سب میں سے جدید ترین ٹرین ہے، مستقبل میں فاصلے سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کی بدولت سمٹ رہے ہیں ،ٹرینیں بھی ہوائی جہاز کی رفتار کے برابر ہونے جارہی ہیں۔ برطانیہ کے انجینئر جارج سٹیفن سن کی ایجاد کردہ کوئلے بھاپ والی ٹرین1825ء سے شروع ہونے والا سفر اب بلٹ ٹرین اور زمین دوز سب وے میں چلنے والی ٹیوب ٹرین تک پہنچ گیا ہے۔ جودنوں کا سفر گھنٹوں اور منٹوں میں طے کروارہی ہے۔

مسافر بند کھڑکیوں کے شیشوں سے جکارتہ شہر کی بلڈنگوں ،سڑکوں اور درختوں کے مناظر کو دیکھ رہے تھے جو کسی ٹی وی اسکرین پر تیزی سے چلنے والے خوبصورت مناظر کے طور پر چل رہے تھے۔حضرت انسان کی نت نئی ایجادات نے علامہ اقبالؒ کو آج سے سوا صدی قبل ہی متحیر کردیا تھا۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

عہد جدید کی بلٹ ٹرین کی تیز رفتاری کے علاوہ اور بھی کئی خصوصیات ہیں ،یہ ماحول دوست ہوتی ہیں یعنی اس کا دھواں وغیرہ بھی نہیں ہوتا اور یہ بالکل شور نہیں کرتیں ،حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ اس قدر پرسکون ہوتی ہیں کہ اگر آپ ٹرین کی کھڑکی میں کوئی سکہ وغیرہ کھڑا کردیں تو یہ نہ ہلے گا اور نہ ہی گرے گا ،اس حال میں کہ گاڑی کی رفتار ساڑھے تین سو کلومیٹر فی گھنٹہ ہوتی ہے۔باقی اگر آپ پاکستان میں پشاور،راولپنڈی سے کراچی دو دن ایک رات کا سفر طے کریں تو وہاں پہنچ کر آپ اس قدر لرز اور چکرا گئے ہوتے ہیں کہ کافی وقت تک انسان خود ٹرین بن کر اُسی طرح ہلتا رہتا ہے۔ ہمارے پاکستان کی بدقسمت ریلوے نظام تو دنیا کے ناقص اور بدترین نظاموں میں سے ایک ہے ،ہم سے ہزار گنا بہتر تو ہندوستان کا ریلوے نظام ہے جو برق رفتار اور جدید ترین ہے۔ ہندوستان نے اس

پر بہت زیادہ فوکس کیا ہوا ہے،روزانہ کروڑوں افراد ٹرین کے ذریعے سفر کرتے ہیں اور ہمارے ہاں تو بہت کم افراد مجبوراً ٹرین کا سہارا لیتے ہیں۔ہم قافلے والے ابھی آپس میں بات چیت ہی کررہے تھے کہ اناؤنسمنٹ ہوگئی کہ کچھ ہی دیر میں بندونگ شہر پہنچنے والے ہیں ،یعنی چند ہی لمحوں میں ہم ڈیڑ سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کرچکے تھے۔ریلوے اسٹیشن سے ہم لوگ بندونگ شہر کی نہایت ہی خوبصورت وسیع وعریض منفرد مسجد ''الجبار'' کو دیکھنے کے لئے سیدھا چلے گئے۔

جامع مسجد ''الجبار'' فن تعمیر کا شاہکار

جامع مسجد ''الجبار'' انڈونیشیا کے مغربی صوبے جاوا کے بندونگ شہر میں واقع ہے، اس کا شمار انڈونیشیا کی خوبصورت ترین اور بڑی مساجد میں ہوتا ہے،مسجد کی خوبصورت فن تعمیر کو دیکھ کر بندہ ورطہ حیرت میں رہ جاتا ہے ، جامع مسجد ''الجبار'' میں 33 ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے اور اس خوبصورت مسجد کی تعمیر پر تقریباً چونسٹھ ملین امریکی ڈالر لاگت آئی ہے،اس کے چاروں طرف پانی کے حوض بنائے گئے ہیں جس میں خوبصورت دلکش فوارے ایک حسین منظر پیش کرتے ہیں ،یہ جھیل گیڈبیج کے اوپر ہے۔جس کی وجہ سے وہاں اس کو''الجبار فلوٹنگ مسجد'' بھی کہا جاتا ہے۔اس مسجد کی تعمیر 29دسمبر 2017 کو شروع ہوئی اور 5 سال بعداس مسجد کا باضابطہ افتتاح 30دسمبر 2022 کو گورنر رضوان کامل نے کیا۔اس مسجد کا کل رقبہ 21,799.20مربع میٹر ہے،مسجد کے چار 99 میٹر اونچے مینار ہیں، مسجد میں داخل ہونے کے 27دروازے ہیں، جومغربی جاوا کے 27شہروں یا ریاستوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔مسجد کے فرش کے لیے ترکی کے بنے ہوئے قالین استعمال کیے جاتے ہیں۔مسجد میں ایک باغ اور ایک میوزیم بھی ہے۔

مسجد ہمیں بہت دور سے نظر آرہی تھی ،یہ انتہائی جاذب نظر، حسین اور منفرد ڈیزائن پر مبنی ہے،ہزاروں افراد اسے دیکھنے کے لئے اس کے اطراف و اکناف میں جمع تھے،ہم بس سے اترے اور مسجد کے قریب پہنچے تو جامعہ بنوریہ کے فضلاء کی ایک بڑی تعداد وہاں جمع تھی ،وہ برادرم مولانا محمد نعمان نعیم صاحب سے ملنے کے لئے پہلے جکارتہ میں جمع ہوئے تھے اور کچھ نئے ساتھی بھی بندونگ شہر میں ملنے کیلئے پہنچے ہوئے تھے،انہوں نے مسجد کے صدر دروازے میں خوش آمدید پر مبنی بینرز اٹھائے ہوئے تھے اور اپنے استاد ومہتمم سے ملنے کے لئے بچھے جارہے تھے،انڈونیشین ویسے بھی خلیق اور ملنسار طبیعت کے مالک ہوتے ہیں مگر وہاں کے علماء وطلباء تو اور بھی محبت وعقیدت کی مٹی سے رچے بسے اور سنوارے ہوئے ہوتے ہیں۔انہوں نے ہمارا بھی بڑا پرتپاک استقبال کیا،سب سے پہلے ہم

نے وضو کیا اور پھر میں، برادرم مولانا نعمان نعیم صاحب گراونڈ فلور پر نماز پڑھنے کے لئے گئے، مولانا نعمان صاحب نے نماز پڑھائی اور طلباء سے ملاقات کی۔ برادرم مولانا محمد نعمان نعیم صاحب جامعہ بنوریہ عالمیہ کراچی کے مہتمم ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں متعدد صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا ہے، تواضع، انکساری اور اعلیٰ اخلاق بنیادی عناصر ہیں، ہمارے ساتھ سفر میں ایک ساتھ رہے، انہوں نے ہمارے ساتھ بہت اپنائیت اور چاہت کا مظاہرہ کیا۔ آپ اپنے عظیم والد کی خوبیوں اور صفات کی جیتی جاگتی تصویر ہیں، حضرت مولانا مرحومؒ نے میرا اور ان کا تعارف مسجد نبویؐ میں ایک دوسرے سے بہت عرصہ پہلے کرایا تھا۔ حضرتؒ کے انتقال کے بعد جامعہ بنوریہ کی تعمیر ترقی میں اپنے بھائی مولانا فرحان نعیم صاحب کے ساتھ مل کر مزید چار چاند لگا دیئے ہیں، مولانا نعمان صاحب سفر میں ساتھیوں کا خیال رکھنے والے ایک بہترین رفیق سفر ثابت ہوئے اور ان کے فضلاء نے بھی ہمارا بڑا خیال رکھا اور شاندار مہمان نوازی کی۔ انڈونیشین حکومتی حکام جامعہ بنوریہ کی خدمات اور اس کے سینکڑوں فضلاء کی جامعہ بنوریہ سے فراغت سے بہت زیادہ خوش تھے۔ میں مسجد جبار کے حسن و جمال اور اس کے آرکیٹکلنگ اور انٹیریئر ڈیزائن میں مدہوش ہوگیا تھا، یہ جکارتہ کی مسجد سے بھی زیادہ خوبصورت اور منفرد تھی، جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ ملائیشیا انڈونیشیا کے لوگوں میں مساجد کی تعمیر کے حوالے سے نہایت نفیس اور عمدہ ذوق پایا جاتا ہے۔ میں خود چونکہ گزشتہ نو برس سے الحمدللہ دارالعلوم کی تمام نئی تعمیرات اور ڈیزائنگ کے کاموں میں مصروف رہا ہوں اور کچھ نہ کچھ اس کی شد بد ہوگئی ہے اس لئے اس نوع کے بڑے پراجیکٹس کو تھوڑا بہت جانچنے کا اندازہ ہوگیا ہے۔ مسجد میں نماز کے بعد بڑا سکون محسوس ہوا، اس کے خوبصورت اور آرام دہ ترکی قالین بھی چھتوں اور اردگرد کے ماحول کے مطابق ڈیزائن کیئے گئے تھے۔ اس مسجد کی بہت سی امتیازات ہیں خصوصاً اس کے منفرد آرائشی ستون سب سے زیادہ جاذب نظر و دلکش ہیں۔ پوری مسجد میں سیاحوں کی ایک بہت بڑی تعداد پھیلی ہوئی تھی، باہر برآمدے اور صحن میں خوبصورت سفید ماربل لگایا گیا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اس مسجد جبار کے بیرونی ڈیزائن میں فیصل مسجد کے ڈیزائن کا عکس نظر آرہا ہے، بہرحال! جس نے بھی اس کو ڈیزائن و تخلیق کیا ہے وہ داد و تحسین کے قابل ہے۔ یہ عظیم مساجد اسلام کی عظمت اور اس سے وہاں کی عوام کی بے پناہ محبت کا مظہر ہیں، اللہ تعالیٰ ان شعائر اللہ کو تا ابد یونہی قائم و دائم اور نمازیوں سے آباد رکھے۔

بندونگ میموریل میوزیم اور افریقی کانفرنس ہال

مسجد کے بعد ہم لوگ میوزیم گئے، یہ تاریخی میوزیم شہر بندونگ کے بالکل قلب میں واقع ہے۔ بندونگ شہر تاریخی اعتبار سے بڑی اہمیت کا حامل ہے یہ پہلے انڈونیشیا کا دارالخلافہ بھی رہا ہے، اس میوزیم کو 24 اپریل 1980 کو کھولا گیا تھا، یہ میوزیم تاریخی اہمیت کا حامل مقام ہے کیونکہ یہیں پہ سب سے پہلے افریقی ایشیائی کانفرنس 1955 منعقد ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے اس کانفرنس کا نام بندونگ کانفرنس رکھ دیا گیا تھا، جس ہال میں یہ تاریخی کانفرنس منعقد ہوئی اب اس کو میوزیم میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ ہم سب کو میوزیم کے منتظمین نے بریف کرنا شروع کیا اور مختلف مجسموں، تصاویر اور الماریوں میں رکھی گئیں دستاویزات اور متعلقہ اشیاء کے بارے میں ہمیں آگاہ کیا گیا، میوزیم والوں یہ سب اشیاء بڑے سلیقے سے محفوظ رکھی ہوئی تھیں، جس پر انگریزی زبان میں بھی ان کی تاریخ اور تعارف وغیرہ لکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد ہم لوگ مرکزی ہال میں گئے جہاں پر ساٹھ پینسٹھ ممبر ممالک کے پرچم لگے ہوئے تھے۔

کانفرنس کے اغراض ومقاصد

اس کانفرنس کے اہم اصول بنائے گئے تھے: (۱) پرامن بقائے باہمی (۲) عدم جارحیت، (۳) مساوات اور باہمی مدد، (۴) علاقائی سلمیت کا باہمی احترام (۵) عدم مداخلت

سرد جنگ امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان زوروں پر تھی اس دوران غیر وابستہ ممالک کے اراکین نے اس کانفرنس کا سوچا جس کے کامیاب بنانے میں انڈونیشیا، چین، ہندوستان اور دیگر افریقی و ایشیائی ممالک نے کلیدی کردار ادا کیا۔ انڈونیشیا کے صدر سوریکارنو نے میزبانی کے فرائض سرانجام دیئے، پاکستان کے وزیراعظم محمد علی بوگرا، چین کے وزیراعظم چواین لائی، بھارت کے وزیراعظم جواہر لال نہرو اور مصر کے جمال عبدالناصر وغیرہ جیسے بڑے عالمی لیڈروں نے شرکت کی۔

کانفرنس میں ایشیائی اور افریقی لوگوں کے درمیان اتحاد اور تعاون کا اشتراک، عالمی امن کا تحفظ اور اس میں غیر وابستہ ممالک کے کردار کا تعین، قومی آزادی کے لیے جدوجہد اور قومی معیشت کی ترقی اور اختلافات کے باوجود مشترکہ بنیادوں کی تلاش میں تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کرنے اور مختلف سماجی نظاموں کے حامل ممالک کے درمیان اتحاد کے ذریعے ترقی کے حصول کے لئے کوششوں کا آغاز ہوا۔ یہ الگ بات کہ اس اتحاد نے کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کی اور نہ ہی عالمی

مسائل کے حل میں اس کا کوئی موثر کردار رہاالبتہ چین اور ایشیائی اور افریقی مما لک کے درمیان وسیع تبادلوں کے دروازے کھل گئے ۔

عشاء کے وقت ہم کھانے کے لئے اپنے ہوٹل سے باہر نکلے، ہماراہوٹل بندونگ شہر کے براگا اسٹریٹ (Braga Street) کے پاس ہے،اس کے اطراف میں شہر کے بڑے بڑے معروف شاپنگ مالز اور بازار واقع ہیں ،بازار میں ایسا لگ رہا تھا کہ ہزاروں لاکھوں لوگ شہر کے اس مرکزی ایریا میں امڈ آئے ہیں۔دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ آج ویک اینڈ نائٹ ہےلہٰذابندونگ اوراس کے اطراف کے چھوٹے بڑے شہروں کے لوگ بھی ہر ویک اینڈ نائٹ پر ان بازاروں میں شاپنگ، کھانے اورتفریح وغیرہ کے لئے جمع ہوتے ہیں۔باہرعید کی رات کا سماں تھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انڈونیشین لوگ بہت زندہ دل واقع ہوئے ہیں،اس بازار کو آپ پیرس کی شانزے لیزے اسٹریٹ کی طرح سمجھ سکتے ہیں،جہاں ریسٹورنٹس اور عالمی برانڈز کی دکانوں اور سیاحوں کی بہتات ہوتی ہے،اسی طرح یہاں پر بھی یہی کیفیت تھی،ہم کھانے کی تلاش میں ادھرادھرنظریں دوڑا رہے تھے کہ کیا انڈونیشین روایتی کھانوں میں کیا کھایا جائے؟ کیونکہ انڈونیشین کھانے ہمارے مروجہ کھانوں سے بہت زیادہ مختلف ہوتے ہیں، چین کے پڑوسی ہونے کے ناطے بہت کچھ انڈونیشین کلچر کا چائنیز سے ملتا جلتا ہے جو ہمارے دلوں کونہیں بھاتا۔بہرحال! اسرارصاحب کے ہمراہ مغربی ریسٹورنٹ کا ہی سہارا لینا پڑا اور پیزا، برگر وغیرہ سے کام چلایا کہ ہم پاکستانیوں کا مزاج مغرب کے فاسٹ فوڈز وغیرہ کے ساتھ اب قدرے ایڈجسٹ ہوگیا ہے۔

ریسٹورنٹ سے فارغ ہونے کے بعد ہم باہر نکلے تو سڑک پر انڈونیشین عوام ہمارے ساتھ تصویریں بنوانے کے لئے مشتاق نظر آئے،متعدد افراد اور خصوصاً نوجوانوں نے ہمارے ساتھ سیلفیاں بنوائیں ،وہ ہمیں اپنے درمیان دیکھ کر بہت خوش تھے۔پاکستانیوں اور علماء کے لئے ان کی تعظیم وتکریم اور محبت سے بھرجذبات ان کے چہروں سے عیاں تھے۔ بندونگ شہرمیں باہر کے سیاح ہمیں بہت کم دیکھنے کو ملے،صرف اِکا دُکا انگریز جکارتہ میں نظر آئے اور بندونگ میں بھی بہت کم، معلوم نہیں کہ کیوں مغربی سیاح انڈونیشیا کے شہروں میں کم دلچسپی رکھتے ہیں؟شاید اسی لئے سارا مغرب بلکہ پوری دنیا انڈونیشیا میں صرف بالی جزیرہ دیکھنے کے لئے آتے ہیں اوروہ لوگ انڈونیشیا کو بھی اس جزیرے کی وجہ سے جانتے ہیں کہ یہ بھی شاید کوئی ملک ہو۔(جاری ہے)

پروفیسر محمد یونس خان میو *

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا سیاسی تفکر اور شیخ الہندؒ

مولانا نانوتویؒ کی سب سے بڑی سیاست عملی انقلاب

مولانا نانوتوی کے پوتے قاری محمد طیب قاسمیؒ نے دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر اپنے خطبہ استقبالیہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ: ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد حضرت بانی دارالعلوم اور جملہ بزرگان دیوبند کی سب سے بڑی سیاست ہی یہ تھی کہ دینی تعلیم گاہیں قائم کر کے مسلمانوں کو سنبھالا جائے۔ چنانچہ حضرت الامام بانی دارالعلوم نے دیوبند کے علاوہ بھی جگہ جگہ بنفس نفیس پہنچ کر دینی درسگاہیں قائم کیں اور اپنے متوسلین کو خطوط بھیج کر بڑی تعداد میں مدارس قائم کرائے، یہی بات آپ نے اپنے انٹرویو میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو بتائی تھی، جہاں تک ہو سکے مدرسے قائم کرائے [1] یہ حضرت کی ایک بڑی سیاست تھی اور اس کا حاصل یہ تھا کہ قوم کو علم کے راستے سے بنا رکھنا کہ وہ مضبوطی سے قائم رہے اور جب دین ہوگا تو آئندہ ممکن ہے کہ ان میں شوکت اور قوت بھی آجائے۔ [2] بحوالہ بالا ملاقات میں قاری محمد طیب صاحبؒ نے یہ بھی واضح کیا کہ دارالعلوم دیوبند کی اصل منزل ہندوستان میں اسلامی انقلاب ہے۔ ایڈیٹر ''الحق'' نے جب آپ سے سوال کیا کہ بقول مولانا یعقوب صاحب کہ سو سال تو اس دارالعلوم کا خدا حافظ ہے۔ اس کے بعد حق اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کا جو ہو، اس کے جواب میں رئیس دارالعلوم دیوبند نے فرمایا نہیں! میں نے اتنا سنا ہے کہ یہ مدرسہ چلتا رہے گا، چلتا رہے گا، یہاں تک کہ ہندوستان میں انقلاب ہو اور یہ مدرسہ پھر اسلامی حکومت کے ہاتھ میں چلا جائے۔ اس پیشگوئی سے ہم تو بڑی امیدیں باندھے ہوئے ہیں، پھر حضرت (قاری طیبؒ) نے خود فرمایا کہ یہ ایک عجیب بات ہے اور اب تک تو پوری ہوتی آرہی ہے۔ [3] مولانا نانوتویؒ کے سیاسی تفکر کے بارے میں یہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ تعلیم کے ذریعے اسلامی انقلاب کے لیے کوشاں رہے اور ان کا مکتب فکر بھی آپ کی اسی فکر کو لے کر آگے بڑھ رہا ہے اور اس میں بنیادی اور کلیدی حیثیت ان مدارس کو

* گورنمنٹ گریجویٹ کالج آف کامرس گوجرانوالہ

حاصل ہے جو آپ کی فکر سے منسوب ہیں اور عرف عام میں دیو بندی مدارس کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی تعداد اب ہزاروں میں ہے (۴) لیکن یہاں ہمارا سوال یہ ہے کہ دارالعلوم دیو بند اور دیگر مدارس تو ۱۸۵۷ء کے بعد قائم ہوئے ، کیا اس سے پہلے بھی کوئی سیاسی تفکر موجود تھا۔ مولانا نانوتویؒ ، شیخ الہندؒ اور مولانا حبیب اللہ سندھیؒ کی سیاسی جدو جہد سے اس سوال کا بڑا گہرا تعلق ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مولانا نانوتوی اور ان کے رفقائے کار کس جذبے کے تحت شریک ہوئے ، اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ وہ جنگ (جہاد) کے ذریعے وہ ہندوستان سے پری نوی راج کا خاتمہ چاہتے تھے اور کسی نہ کسی طرح اس مغلیہ حکومت کا احیاء چاہتے تھے جس کو وہ اپنی سارہ موی کی وجہ سے ایک اسلامی حکومت سمجھتے تھے، اسلامی حکومت سے ان کی مراد ''خلافت اسلامیہ'' کا تصور تھا جس کا خواب وہ ترکوں کی سلطنت عثمانیہ کی صورت میں دیکھ رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نانوتوی خلافت عثمانیہ (ترک) کی تائید میں ہمہ وقت منہمک رہے۔ سلطان عبدالحمیدؒ خلیفہ تھے۔ گو وہ نام کی رہ گئی تھی، مگر حضرت چاہتے تھے کہ وہ نام ہی قائم رہے۔ اس سے تمام ممالک اسلامیہ میں ایک مرکز قائم رہے گی۔ اس لیے حضرت نے خود بھی سلطان کی حمایت میں قصیدے لکھے: مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور مولانا ذوالفقار علی دیو بندیؒ سارے بزرگ رطب اللسان رہے اور جب بھی ترکوں کی کسی سے جنگ ہوئی ، یہ حضرات ترکوں کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ کہیں چندہ جمع کر رہے ہیں (۵) کہیں رائے عامہ پیدا کر رہے ہیں۔ مقصد یہی تھا کہ خلافت کا نام قائم رہے تا کہ ممالک اسلامیہ میں کچھ نہ کچھ ارتباط تو قائم رہے۔ (۶) ان تفصیلات کی روشنی میں مولانا نانوتویؒ کا سیاسی افکار کی تنقیح ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ مولانا اصل میں خلافت اسلامیہ کا قیام چاہتے ہیں، اس کی کم از کم صورت اسلامی حکومت ہوسکتی ہے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی آپکی شرکت کا تناظر ہی خواہش تھی، قاری محمد طیب صاحب کے اس بیان سے بھی کچھ ایسا ہی لائحہ عمل سامنے آتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: ۱۸۵۷ء میں ان بزرگوں کا شرکت کرنا کوئی وقتی جذبہ اور ہنگامی حرکت کا نتیجہ نہ تھا بلکہ ایک سوچے سمجھے لائحہ عمل کا ثمرہ تھا، حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کا مشن ہمہ وقت ان بزرگوں کے پیش نظر تھا ، اس کیلئے یہ وقت اور وقت کا ہنگامہ انہیں سازگار نظر آیا تو اس متوارث مشن کی روشنی میں میدان میں اتر آئے۔ چنانچہ شیخ الہندؒ کا یہ فرمانا کہ مدرسہ دیو بند کی ناکامی کی تلافی کے لیے قائم کیا گیا۔ اس کی واضح دلیل ہے کہ کوئی سوچا سمجھا لائحہ عمل تھا، جس میں ھ میں کامیابی نہ ہوئی تو اس کے لیے دوسرا راستہ اختیار کیا گیا۔ (۷) مولانا محمود حسن کی تحریک آزادی اور تحریک خلافت میں آپ کی

شرکت اس منصوبہ کا ایک باب تھی اور اگر جامعہ ملیہ کے قیام کو بھی اس پر شریک کر لیتے ہیں تو پھر اس کے ڈانڈے مولانا نانوتویؒ کی تعلیمی تحریک سے جا ملتے ہیں۔

شیخ الہندؒ کی سیاسی جدوجہد

مولانا نانوتویؒ کے اولین سوانح نگار اور رفیق خاص مولانا محمد یعقوب نانوتوی (کلاس فیلو) نے لکھا ہے: مولوی صاحب (مولانا نانوتویؒ) سے بہت سے لوگوں کو نسبت شاگردی ہے مگر عمدہ ان میں اس ایک مولوی محمود حسن (فرزند کلاں مولوی ذوالفقار علی دیوبندی) ہیں۔[۸] ''عمدہ'' سے آپ کی کیا مراد ہے؟ اس میں تو بہت تفصیل ہوسکتی ہے اور اس کا یقین آپ کی حیات و خدمات کے بعد ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ ''حیات شیخ الہند''، ''سفر نامہ اسیر مالٹا''، ''نقش حیات''، ''مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی ذاتی ڈائری'' اور ان کی ایک دوسری تصنیف ''شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ'' کے چند اقتباس کے علاوہ تحریک شیخ الہند، ''علمائے ہند کا شاندار ماضی'' کی جلد پنجم و ششم اور ''موج کوثر'' کے متعلقہ عنوانات کے ایک سرسری مطالعہ کے بعد کم از کم اتنا واضح ہوتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں سے محبت آپ کے اندر راسخ تھی، آپ اتحاد ملت اسلامیہ کے اتحاد اور احیا خلافت اسلامیہ کے علمبردار تھے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ساری امت کا درد سمٹ کر آپ ہی کے سینے میں جمع ہو گیا تھا۔ فرنگی نظریات اور سیاسیات کے بہت بڑے نقاد تھے۔

یہ ایک اسلوب فکر ہے جو حضرت مجدد الف ثانی، ''شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبد العزیزؒ، حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے متوارث چلا آتا ہے۔ تہذیب فرنگ سے اس اعتراض کی اصل ملت اسلامیہ سے محبت میں کارفرما تھی۔ ہندوستان، افغانستان، ترکی، حجاز گویا سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے کی کیفیت نظر آتی ہے۔ ایک بے قراری اور اضطراب نظر آتا ہے آپ کے حالات میں آخر کار ان ملی جذبات کو کسی صورت میں ظہور پذیر ہونا تھا۔

یہ درست ہے کہ مولانا محمود حسن کی عملی سیاست کا آغاز بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں ہوا تھا جب ہندوستان میں شیخ فتح بنگال ۱۹۱۱، طرابلس [۹] (۱۹۱۱۔۱۹۱۲) اور بلقان [۱۰] (۱۹۱۳۔۱۹۱۲) کی جنگوں نے دنیائے اسلام کو ہلا کر رکھ دیا۔ طرابلس خلافت عثمانیہ کے زیر اقتدار تھا لیکن اٹلی نے دول یورپ کے اشارے پر طرابلس پر حملہ کر دیا اور حکومت برطانیہ نے ترکوں کو مصر کے راستے فوج گزارنے کی اجازت نہ دی۔ چنانچہ مقامی عربوں اور ترکوں کی شدید مزاحمت کے باوجود اٹلی نے طرابلس پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد بلقان کی ریاستوں نے یورپی طاقتوں کی انگیخت پر ترکیہ کے خلاف بغاوت کر دی

(۱۹۱۳۔۱۹۱۲) بلقانیوں نے مسلمانوں کی آبادی (جو جنگ میں شریک نہ تھی) کو اندھا دھند قتل کرنا شروع کر دیا، اس کے نتیجے میں ہزاروں ترکوں کو دارالخلافہ قسطنطنیہ میں پناہ لینی پڑی اور آخر میں ترکیہ کو ان ریاستوں سے دستبردار ہونا پڑا۔ ان جنگوں میں ترک شہدااور زخمیوں کا شمار ایک لاکھ نفوس تھا۔ (۱۱) علاوہ ازیں بلقانیوں نے مسلمانوں کی وہ آبادی جو جنگ میں شریک نہ تھی، عورتیں، بچے، بوڑھے قتل کر دیئے، ایران جنگ کو قتل کرنا، ان کو فاقوں مارنا، ان کے ہاتھ پیر کاٹنا، اس سب ظلم پر مستزاد تھا۔ (۱۲)

ثمر التربیت، ایک تنظیمی وحدت: (۱۲۹۷ھ۔۱۸۷۹ء)

ان حالات میں دنیائے اسلام اور خاص طور پر ہندوستانی مسلمانوں کا ردعمل ترکوں کی حمایت میں ظاہر ہوا جو نہ صرف خلافت بلکہ دنیائے اسلام کے پاسبان تھے اور ان کا سلطان خادم الحرمین الشریفین کہلاتا تھا۔ اس زمانے میں شبلی اور اقبال کی نظموں (۱۳) اور علی برادران اور ابو الکلام آزاد کی تقریروں اور تحریروں نے ملک میں حکومت برطانیہ کے خلاف آگ سی لگا دی۔ (۱۴) حقیقت یہ ہے کہ یہ آگ بہت عرصے سے سینوں میں سلگ رہی تھی اور یہ لاوہ ایک نصف صدی سے پک رہا تھا اور اس کے بہت سے ثبوت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور دارالعلوم دیو بند کی دینی اور تنظیمی سرگرمیوں میں منتظر التفات پڑے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک یونٹ اس قابل ہے اس پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح کے مقالات مرتب کیے جا سکتے ہیں۔ انہی تنظیموں میں ایک تنظیم ''ثمر التربیت'' بھی ہے جس سے شیخ الہند کی عملی سیاست کا آغاز ہوتا ہے۔ سید محمد میاں مورخ تحریکات ہند اس انجمن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

۱۲۹۷ھ تقریباً ۱۸۷۹ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے ایک جمعیۃ قائم کی تھی جس کا نام ''ثمر التربیت'' تھا (تربیت کا پھل)، اس انجمن کا نام خود ایک لائحہ عمل کی خبر دیتا ہے اور نیز کوئی ہے جو اپنی تربیت کا پھل اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہے اور کوئی ہے جو اپنے خون سے سینچے ہوئے پیڑ کی چھاؤں میں راحت کا طلب گار ہے۔ (۱۵)

مصنف ''علماء ہند'' نے ایک جگہ پر یہ ۱۸۷۸ء درج فرمائی ہے ممکن ہے ثابت کا سہو ہو لیکن جو بات محل نظر ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک جگہ مولانا نانوتویؒ کا سن وفات ۱۸۷۸ء لکھا ہے اور اس تنظیم کا بانی ہر دو جگہ پر مولانا محمود حسن کو قرار دیا ہے۔ (۱۶) جو درست معلوم نہیں ہوتا۔ پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی نے لکھا ہے کہ اس تنظیم کے بانی مولانا قاسم نانوتویؒ تھے۔ اپنے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد جس میں آپ کے اصحاب ثلاثہ کا نام سر فہرست لکھا ہوا ہے کہ درخواست پر آپ نے اس کا نام بھی خود ہی تجویز کیا تھا، اس کا مقصد فضلائے دارالعلوم دیو بند کا باہم مربوط رہنا، دارالعلوم کے لیے چندہ اور ہر قسم کی اعانت اور تعاون

کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا تھا۔ پروفیسر شیر کوٹی نے یہ روایت مولانا کاندھلوی کی رپورٹ موتمر الانصار مراد آباد کی مدد سے مرتب کی ہے [۱۷] تلامذہ سمیت انہیں فاضلین کے نام درج ہیں۔ [۱۸]

جمعیۃ الانصار دیو بند اور شیخ الہندؒ (۱۹۱۱۔۱۹۱۰)

۱۸۸۰ء مولانا نانوتویؒ وفات پا چکے تھے اور ان کے تلمیذ مولانا محمود حسن ۱۸۸۸ء میں دارالعلوم کے صدر مدارس قرار دیئے گئے تو آپ نے ۱۹۱۱ء میں جمعیۃ الانصار دارالعلوم دیو بند قائم کر دی۔ پروفیسر شیر کوٹی رالعلوم لکھتے ہیں حضرت شیخ الہند نے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو بلایا اور یہاں اب فضاؤں میں انقلابی حرکت اور تعلیمی پروگرام میں ایک خاص تبدیلی رونما ہونے کے آثار ہوئے۔ شیخ الہند کے اشاروں پر الانصار کے نام سے ایک انجمن کی تشکیل ہوئی [۱۹] مولانا سندھی کو اس تنظیم کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا (جو اس وقت دارالرشاد گوٹھ پیر جھنڈا میں تھے) بلائے گئے اور جمعیۃ الانصار کا کام سونپ دیا گیا۔ مولانا سندھیؒ خود فرماتے ہیں: ۱۹۱۰ء میں حضرت شیخ الہند نے دیو بند طلب فرمایا اور مفصل حالات سن کر دیو بند کو کام کرنے کے لیے حکم دیا، اس کے ساتھ سندھ کا مشن بھی قائم رہے گا۔ چار سال تک جمعیۃ الانصار میں کام کرتا رہا۔ اس جمعیۃ کی تحریک تاسیس میں مولانا محمد صادق سندھی اور مولانا محمد احمد لاہوری اور عزیزی مولوی احمد علی میرے ساتھ شریک تھے۔ [۲۰] اس جمعیۃ کا پہلا اجلاس ۲۷ رمضان ۱۷۔۱۶ اپریل ۱۹۱۱ء میں منعقد ہوا۔ یہ تقریب مولانا محمود حسن کی صدارت [۲۱] میں مولانا نانوتویؒ کے پوتے اور معروف عالم دین قاری محمد طیب قاسمی کی تلاوت سے ہوا۔ اہم تقریر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تھی جس کے بعد شیخ الہندؒ نے اپنے صدارتی خطبہ میں اس کی ضرورت و اہمیت کو واضح کیا۔ آپ کی گفتگو کا ایک اہم جملہ یہ بھی تھا: ''اب ضرورتیں ایسی پیش آ رہی ہیں کہ جن کی وجہ سے ایسا کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔'' تنظیم کا نام الانصار بھی اس نشست میں تجویز کیا گیا۔ [۲۲] مولانا محمود حسن نے اپنے صدارتی بیان میں اس کے مقاصد کی طرف بڑی محتاط انداز میں اشارہ کیا تھا۔ ایسی کیا ضرورتیں اب پیش آ رہی تھیں کہ اب ایسی تنظیم کا قیام ناگزیر ہو گیا تھا؟ یہ ایک سیاسی بیان ہے اور حالات و واقعات اسی طرح کی حکمت آمیز پالیسی اختیار کرنے کا تقاضا کر رہے تھے۔ تنظیم کے جنرل سیکرٹری نے موتمر الانصار مراد آباد کی جو رپورٹ مرتب کی تھی اس سے بھی یہ عقدہ کھلتا نظر آتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ: جمعیۃ الانصار کی پوری سکیم بظاہر تبلیغ و اشاعت دین معلوم ہوتی ہے لیکن اس انجمن کے ذریعے خلافت عادلہ اور راشدہ کی تمہید قائم کی جا رہی ہے اور اس انجمن کے ذریعے پبلسٹی اور نشر و اشاعت کا جو انتظام قائم کیا گیا ہے اس کے ذریعے مسلمانانِ ہند میں حریت اور انگریز کی حکومت کے خلاف ایسے حالات اور ایسی فضا پیدا کرتی ہے جس سے ہندوستان میں مسلمانوں کی گئی ہوئی حکومت کو دوبارہ زندہ کیا جائے [۲۳]

حواشی

ا: قاری محمد طیب، خطبہ استقبالیہ اجلاس صد سالہ تقریبات دارالعلوم دیوبند، مشمولہ، تاریخ دارالعلوم دیوبند، ص ۱۷

۲: مولانا سمیع الحق، قاری محمد طیب سے ایک ملاقات، دارالعلوم دیوبند نمبر، ص ۲۲۱۔

۳: ایضاً، ص ۲۱۸۔

۴: مولانا محمد مالک کاندھلوی، تقریظ اکابر علما دیوبند، ص ۱۲

۵: مولانا نانوتوی اور ان کے رفقا کی ملی خدمات کا ایک گمشدہ باب ہے جس میں جنگ بلقان کے شہدا، بیواؤں اور بچوں کے لیے چندہ جمع کیا گیا یہ مولانا نورالحسن کاندھلوی نے اس سلسلہ پر جو روداد مرتب کی ہے اس کی روشنی میں تو یہ ایک تحریک نظر آتی ہے جو ان حضرات نے خلافت ترکیہ کے تحفظ میں چلائی تھی۔ ۱۲۱۴ھ/۱۸۷۴ء کے واقعات میں جن کو مطبع ہاشمی میرٹھ نے ۱۸۷۷ء میں شائع کیا تھا۔ جن کو مولانا کاندھلوی نے قاسم العلوم میں مرتب کر دیا ہے۔ ان میں چندہ کی تفصیلات کے علاوہ ان خطوط کی نقول بھی نظر آتی ہیں جو ترکیہ کے اہل کاروں کی طرف خیر سگال جذبہ کے جواب میں ارسال فرماتے تھے۔ مولانا نانوتوی کا تذکرہ ان خطوط میں بطور خاص کیا گیا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ۱۸۷۴ کی بات ہے اور تحریک خلافت (۱۹۲۲۔۱۹۱۸) اس کے تقریباً نصب صدی بعد برپا ہوتی ہے۔ کیا یہ مولانا نانوتوی کا سیاسی تفکر تھا جو آہستہ آہستہ آگے بڑھا رہا ہے۔ (روداد چند بلقان؛ اہتمام و سرپرستی مولانا محمد قاسم نانوتوی)، مشمولہ قاسم العلوم، مرتبہ نور کاندھلوی، ص ۹۰ تا ۱۵۴)

۶: انٹرویو قاری محمد طیب قاسمی، دارالعلوم دیوبند نمبر، ص ۲۲۰

۷ قاری محمد طیب، سوانح قاسمی ۹۴/۲

۸: سوانح عمری، ص ۷۴

۹: حضرت مجدد الف ثانی کے ایک مکتوب میں یہ جملہ ملتا ہے کہ معرفت خدا عزوجل برآن کس حرام است کہ خود را از کافر فرنگ بہتر داند بظاہر یہاں آپ کی مراد یہی ہے کہ ایک خدا پرست، خدا شناس عارف کو اپنے نفس کے یہاں تک بدظن رہنا چاہیے کہ اپنے آپکو کسی سے حتیٰ کہ کاز فرنگ سے بھی بہتر نہ سمجھے۔ جب تک خود پسندی کا غرور اس درجہ پامال نہیں ہوگا۔ خدا شناس سیر بن آئیگی۔ حضرت مجدد نے اپنے انداز اور مزاج سے یہ جملہ تحریر فرما دیا مگر اس کا بین السطور یہ ہے کہ سب سے بدتر کاز فرنگ ہے اور اس کا بدترین ہونا اتنا معروف اور مشہور ہے کہ اس کی بدتری کو مثال بھی پیش کیا جاتا ہے جس طرح بہادر کو شیر کہہ دیا جاتا ہے اور سخی کو حاتم تو اگر کسی کو بدتر کاز کہنا ہو تو اس کے لیے لفظ کافرنگ کافی ہے (سید محمد میاں، تحریک شیخ الہند، ص ۶۹) شیخ سرہندی کے قول کی یہ تشریح شارحین سیاسیات شیخ الہند محل نظر ہی سہی لیکن دور حاضر میں کیا سورد پر ہر تشریح سادن نہیں آ سکتی، شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کی فکر شاہ اسماعیل شہید کے سیاسی نظریات میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ کہ

ہندوستان اب دارالحرب ہے۔ اسی طرح کی چیز ہے۔ مولانا قاسم نانوتوی اور آپ کے رفقا نے اپنے شیخ امداداللہ مہاجر مکی کی امارت میں ۱۸۵۷ء کا سفر تھا۔ میں کار کراسیہ مقالہ کے باب اول میں گزر چکا ہے۔ مولانا نانوتوی کی قیمتِ دین اور غیرت وطنی ہی برداشت نہیں کرتی تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے انگریز کی شرکت جاتی۔ ان کے شاگرد خاص مولانا محمود حسن کا بھی تھا۔ (مقالہ نگار)

۱۰: طرابلس (Tripli) ملک لبنان

۱۱: ریاستوں کا ایک مجموعہ، جوالبانیہ، بلغاریہ، یونان، یوگوسلاویہ، سرویا اور یورپ کے ترکی متوضات پر مشتمل تھا۔ بلقان، ترکی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی پہاڑ کے ہیں۔ بلقان میں اسلام غالبا ۶۶۲ھ/۱۲۶۴ء میں ایک اناطولی بزرگ صاری صاتق کے ذریعے پہنچا، چودھویں صدی عیسوی میں بلقان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا جن میں ہمیشہ کش مکش جاری رہتی تھی۔ چنانچہ بہت جلد عثمانی سلطان ان حلیف کا کا حاکم اعلیٰ بن گیا تھا جب عثانیوں ترکوں کا زوال شروع ہوا تو بلقان یورپ کی بڑی طاقتوں کی سازشوں کا مرکز بن گیا، جب کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ بلقان سے ترکوں کا تسلط ختم کیا جا سکے۔ اس سلسلہ سب سے ہم واقعہ جنگ بلقان کا ہے۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۳۵۴)

۱۲: مولانا مدنی نے طرابلس اور بلقانی کی جنگوں کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے نقش حیات کے اس حصہ کو کسی بھی بڑی سیاسی تصنیف سے موازنہ کیا جا سکتا ہے یہ جملہ احوال آپ نے تحریک شیخ الہند کے پس منظر کے طور پر لکھے ہیں۔ یہ بحث ۵۲۴ سے ۵۴۵ پر محیط ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار نے اسی حصہ کی تلخیص فرمائی ہے۔ (نقش حیات، ۵۴۲/۲)

۱۳: ایضا، ص ۵۴۳/۲ ۱۴: دیکھئے:

۱۵: علمائے ہند کا شاندار ماضی، ۱۱۶/۵

۱۶: ایضاً، ۱۰۲/۵

۱۷: یہ رپورٹ اصل میں جمعیۃ الانصار کے پہلے جلسہ کی روداد ہے جو ۱۵ تا ۱۷ اپریل ۱۹۱۱ء میں منعقد ہوا تھا۔ (پروفیسر انوارالحسن شیرکوٹی، حیات عثانی، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، جون ۱۹۸۵ء، ص ۹۹)

۱۸: ثمرالتربیت سے لے کر ریشمی رومال تحریک تک، دارالعلوم دیوبند نمبر، ص ۲۸۳۔۲۸۴۔

۱۹: حیات عثمانی، ص ۹۹

۲۰: ذاتی ڈائری، ص ۲۶

۲۱: سید محمد میاں نے لکھا ہے کہ اس جلسہ کی صدارت حضرت مولانا احمد حسن امروہی کر رہے تھے۔ (علمائے ہند کا شاندار ماضی، ۱۲۱/۲) مولانا امروہی کی شرکت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن آثار وقرائن یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ اس جلسہ کی تحریک وصدارت شیخ الہند نے ہی فرمائی ہوگی۔ (مقالہ نگار)

۲۲: حیات عثانی، ص ۱۰۰

۲۳: حیات عثانی، ص ۱۰۱؛ ثمرالتربیت سے ریشمی رومال کی تحریک فکر، دارالعلوم دیوبند نمبر، ص ۲۸۴

مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

کتنی مشکل زِندگی ہے، کس قدر آساں ہے موت

ویسے تو دنیا میں آنا ہی جانے کی تمہید ہے اور ہر جانے والے کے رخصت ہونے پر افسوس اور دکھ ہی ہوتا ہے مگر سب سے بڑا دکھ تب ہوتا ہے جب والدین جواں سال اولاد کے جنازے اٹھاتے ہیں، ان والدین کا دکھ وہی سمجھ سکتے ہیں جو اس درد سے گزرے ہوں ویسے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی دشمن کو بھی یہ دکھ اور درد نہ دے۔

کتنی مشکل زِندگی ہے، کس قدر آساں ہے موت
قلزمِ ہستی میں مانندِ نسیم، ارزاں ہے موت

عموماً دنیا میں اولاد اپنے والدین کے جنازے اٹھاتی ہے لیکن اولاد کا جنازہ اٹھانا کس قدر مشکل ہے اِس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا۔ عام اِنسانوں کا تو ذِکر ہی کیا؟ اِس مشکل مرحلہ پر اللہ تعالیٰ کے محبوب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی آنسو جاری ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم بیمار تھے، طبیعت مزید خراب ہونے کی اطلاع پر آپ مسجد نبوی سے گھر پہنچے تو ابراہیمؓ نے آپؐ کے زانو پر آخری ہچکی لی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو نکل آئے، کسی نے کہا یا رسول اللہ! آپ بھی روتے ہیں؟ فرمایا: میں اللہ کا نبی بھی ہوں اور ایک باپ بھی، روایات میں ہے کہ اِس موقع پر آپ کی رنجیدگی دیکھنے والی تھی۔ نمازِ جنازہ خود پڑھائی لیکن تدفین کے لئے قبر میں نہیں اترے حالانکہ کسی بھی مسلمان کی موت کی صورت میں اس کو لحد میں اتارنا آپ کا معمول تھا، قبر کے کنارے بیٹھے تھے فرمانے لگے۔ ''ابراہیم! بڑا دکھ دے کر جارہے ہو، تمہیں پتہ تھا کہ تمہارا باپ بوڑھا ہے اس کا بھی خیال نہیں کیا، چلو کوئی بات نہیں تم پہنچو میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے ہی آرہا ہوں۔ سو ایسا ہی ہوا اور آپؐ اپنے بیٹے کے پیچھے پیچھے ہی اپنے رب سے جا ملے۔

میری بڑی بیٹی سمیہ ۳۱ راگست ۲۰۲۴ بروز ہفتہ بوقت ۹:۴۵ کو حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے اپنے خالق حقیقی سے جا ملی (إنا للہ وانا الیہ راجعون اللهم أجرني في مصيبتي واخلفني خيراً منها

سمیہ ۲۲/اکتوبر ۲۰۰۹ء کو اس دنیا میں آئی تھی اور ڈھیر ساری خوشیاں بھی ہماری زندگی میں ساتھ لائی تھی، میری شریک حیات اس کی آمد پر بے حد خوش تھی اور اسکا نام بھی اسی نے رکھا، سمیہ کی طبیعت بچپن ہی سے دین کی طرف راغب تھی، راقم جامعہ ابوھریرہ میں خدمت پر مامور تھا، سمیہ میرے ساتھ مدرسے آتی، جب تین چار سال کی ہوگئی اور بات بھی صحیح طرح سے نہیں کرسکتی تھی کہ مدرسہ جانا شروع ہوگئی، لفظ سورالفاتحہ کا تلفظ بھی صحیح طرح سے نہیں کرسکتی تھی جب گھر آئی تو کہنے لگی ''ٹول پھانسی کہ'' میں پوچھتا کیا؟ پھر کہتی: ''ٹول پھانسی کہ'' پھر سمجھ گیا کہ یہ کہہ رہی ہے کہ سورۃ الفاتحہ......

شاید سال ڈیڑھ سال کی عمر کی تھی کہ میری کتاب اٹھا کر ٹیک لگا کر پڑھ رہی تھی...... علم و مطالعہ سے شوق ماں کی گود ہی سے ودیعت ہوا تھا، ہر وقت کوئی نہ کوئی کتاب ضرور پڑھتی نظر آتی، اہلیہ کو بھی مطالعہ کا شوق ہے ''خواتین کا اسلام'' اور ''بچوں کا اسلام'' رسائل کئی سالوں کی فائلیں گھر پر موجود تھیں یہ سب سمیہ نے کئی مرتبہ مطالعہ کی تھیں، میں جو بھی کتاب گھر لاتا سمیہ اور صدیقہ آپس میں لڑ پڑتیں ایک کہتی کہ پہلے میں پڑھوں گی اور دوسری کہتی کہ میں لیکن اکثر سمیہ ہی پہلے پڑھتی۔

۲۰۱۶ء میں جب راقم فیملی سمیت ملاوی افریقہ گیا تو سمیہ کی عمر سات سال اور صدیقہ چھ سال کی تھی، اتفاق سے وطن عزیز پاکستان کے مشہور مداح صحابہ مولانا مفتی محمد سعید الحسینی صاحب موزمبیق کے قاری فاروق احمد صاحب (مہتمم دارالعلوم حمیدیہ نمپولا موزمبیق) کے ہمراہ ملاوی تشریف لائے تھے اور میرے محسن حضرت مولانا عبدالرحمان سلاوٹ (مہتمم جامعہ عثمانیہ لمبی ملاوی) کے مہمان تھے، میرے ہاں بھی تشریف لائے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے شان میں ایک نظم پڑھی ''صدیق کی بیٹی صدیقہ'' صدیقہ خوش تھی کہ میرا نام لیا ہے اور سمیہ ناراض کہ میرا نام کیوں نہیں لیا، میں نے مفتی صاحب سے کہا کہ یہ کہتی ہے کہ میرا نام کیوں نہیں لیا، وہ بہت ہنسے اور پھر اسلام کی پہلی شہیدہ سیدہ سمیہؓ کی شان میں بھی نظم پڑھی تب وہ خوش ہوئی۔

ملاوی میں جب اسکول میں داخل ہوئی تو حضرت مولانا عبدالرحمان سلاوٹ صاحب کے بڑے صاحبزادے عزیزم حافظ اسجد الرحمان (موصوف ماشاء اللہ نہایت ذہین وفطین ہیں، جامعہ عثمانیہ ملاوی کے فاضل اور جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے متخصص ہیں، اپنے اساتذہ کے منظور نظر ہیں، مطالعہ کا اچھا ذوق رکھتے ہیں، ادب کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ نے بہت سارے خصوصیات سے نوازا ہے جو یقیناً ان کے والد گرامی کی تربیت اور اخلاص کی برکت ہے

اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے آمین) کے ساتھ ٹیوشن پڑھتی تھی وہ روزانہ اسکول ڈائری میں دستخط کرتے ، ایک دن نہیں آئے ہوم ورک سمیہ نے خود حل کیا، اگلے دن جب امجد صاحب آئے اور ڈائری دیکھی تو بہت ہنسے مجھے ڈائری دکھائی کہ دیکھو مولانا! سمیہ نے خود سے میرا دستخط کیا ہے، ماشاء اللہ! بہت ہی ذہین بچی تھی، لکھتی تھی تو اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ پٹھان بچی نے لکھا ہے، علم وادب کے انتہائی شوقین ۔

دو سال قبل جب ساتویں جماعت میں تھی تب چودہ اگست کے موقع پر ایک نظم لکھی تھی اور اپنے کمرے کی دیوار پر لگائی تھی ،تب میں نے کوئی توجہ نہیں دی تھی ،وفات کے چوتھے روز اس کمرے میں داخل ہوا تو نظر پڑی ،فوراً موبائل سے تصویر کھینچی ۔آپ بھی پڑھ لیجئے :

میرے پیارے وطن میں زماں تو زمین تو مکاں میں مکیں
میرے پیارے وطن تیرا ثانی نہیں مثل جنت ہے تو
بے تحاشا حسین پیارے شہری تیرے آفریں آفریں
تیری تاریخ ہے دلنواں دل نشین دل میں بستا ہے تُو
جاؤں میں گر کہیں میں زماں کے لئے تو ہے جنت میری

سمیہ جب بھی کوئی کتاب پڑھتی تو اس سے بعض منتخبات ساتھ ڈائری میں لکھتی، کئی کتابوں پر کچی پنسل سے منتخب پیراگراف پر نشانات لگائے ،انگریزی ادب میں بھی کافی مہارت رکھتی تھی، میں سینگال افریقہ سے کئی کتابیں انگریزی کی ساتھ لایا تھا وہ سب اس نے پڑھ رکھی تھی، میں کہیں سفر پر جاتا تو کہتی ابو! میرے لئے کتابیں لانا ،کبھی تو لسٹ تیار کرکے دے دیتی ،اردو ادب کی کتابیں تو پڑھ رکھی تھیں، ایک لسٹ جس میں کتابوں کے نام لکھ کر مجھے دی تھی ان میں سے بعض کتابیں تو میرے پاس موجود تھیں مگر وہ کاٹنوں میں بند ہونے کی وجہ سے اس کی پہنچ سے دور تھیں ۔

ابھی کچھ دن پہلے اہلیہ محترمہ کے ساتھ مل کر سمیہ بیٹی کے اسکول کا بیگ کھولا ، اردو کی کاپی حصہ نظم میں کچھ اشعار کی تشریح لکھی تھی اس میں آخری شعر یہ تھا:

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اسی طرح انگریزی کے ہوم ورک کے ایک باب کے آخر میں یہ الفاظ درج تھے: Chapter's End، اسے کیا پتہ تھا کہ اس کی اپنی زندگی کا باب بھی ختم ہونے والا ہے۔

ایک کارڈ پر خوبصورت انداز تحریر میں ممتاز راشد کے یہ اشعار لکھے تھے جس سے ذوق ادب اور حسن انتخاب کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

باقی سب خیریت ہے

بچوں نے کچھ پتھر مارے باقی سب خیریت ہے
ٹوٹ گئے ہیں شیشے سارے باقی سب خیریت ہے
پھوپھا کچھ دن سے ہیں زخمی تایا، چاچا جیل میں ہے
دادا پچھلے ماہ سدھارے، باقی سب خیریت ہے
مہنگائی ہے، بدامنی ہے، رشوت بھی ہے زوروں پر
چیخ رہے ہیں لوگ بچارے، باقی سب خیریت ہے
بستی بستی دلکش بنگلے، بنگلوں میں سج دھج بھی
صرف ہوئے مرحوم ادارے، باقی سب خیریت ہے
پچھلے مہینے تہواروں پر اتنے اخراجات ہوئے
نو دس تو فاقوں میں گزارے، باقی سب خیریت ہے

اپنے خاندان، رشتہ داروں سے خوش خلقی سے پیش آتی، میرے محسن ماموں حضرت مولانا مفتی مشتاق احمد صاحب مدظلہ (استاد جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن) سے خصوصی انس تھا، ان سے خوش طبعی بھی کرتی، انہوں نے بھی اپنی پوتی و نواسی سمجھ کر بے حد پیار کیا، اس وجہ سے سمیہ کے جانے پر وہ ہم سے زیادہ دکھی تھے، کئی دن بیمار رہے، اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ نصیب فرمائے اوران کا سایہ عاطفت ہم پر تادیر قائم و دائم رکھے (آمین)

مجھے اپنی اہلیہ پر رشک آتا ہے کیوں کہ وہ اسی کے ساتھ ہی زیادہ اٹیچ رہی، ہر مسئلہ پر اسی کے ساتھ ڈسکس کرتی، گھر کے کاموں بالخصوص کچن کے کاموں سے اپنی ماں کو بے فکر کر دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ میں عجیب مٹھاس اور ذائقہ رکھا تھا جو بھی چیز بناتی لاجواب ہوتی، بریانی تو

غضب کی بناتی، مہمان آتے تو خاطر تواضع میں کوئی کسر نہ چھوڑتی، چھوٹی بہنوں کی تعلیم و تربیت پر بھی خصوصی نظر رکھتی، ہوم ورک کرواتی، نماز کا اہتمام کرواتی، چھوٹی لبابہ اکثر زیرِ عتاب رہتی کہ نماز صحیح طرح پڑھو، دوبارہ پڑھو، باجی سے شکایت کروں گی اور وہ بیچاری رونے لگتی۔حویصہ کو مدرسہ لے گئی، قاعدہ شروع کروایا، وہ خود جانے لگا اور مدرسہ میں دل لگ گیا تو آپی ہی روٹھ کر چلی گئی۔خود بھی اپنا سبق، سبقی اور منزل پابندی سے یاد کرتی تھی، آخری دن بھی منزل یاد کرنے بیٹھی تھی کہ دل کا عارضہ پیش آیا۔

نماز جنازہ ظہر کے بعد جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی جامع مسجد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انوار الحق مدظلہ العالی کی امامت میں ادا کی گئی، نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب، اکوڑہ خٹک کے مشائخ و اساتذہ جامعہ، اراکین وخدام اور طلبہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔میت ایمبولینس کے ذریعے آبائی گاؤں بٹہ گرام گڑھی کپورہ مردان لے جائی گئی، وہاں چار بجے دوسری بار نماز جنازہ ادا کی گئی اور اپنے دادا کے پہلو میں آسودہ خاک ہوگئی۔

سب لوگ جانتے اور کہتے ہیں کہ موت کا ایک دن معین ہے لیکن جب بھی کوئی مرتا ہے تو لواحقین کی حالت دیکھی نہیں جاتی اور اگر مرنے والا ابھی صرف ۱۴ سال کا اور اس کو کبھی کوئی بیماری بھی لاحق نہ ہوئی ہوتو ایسی موت پر کون سنگدل افسوس نہیں کرے گا۔موت سے کس کو رستگاری ہے، آج تم کل ہماری باری ہے، یقین ہے کہ ہر حالت میں خوش رہنے والی وہاں، یہاں سے بھی زیادہ خوش ہوگی۔ یہ الگ بات کہ اس کی آہیں، اس کے قہقہے، اس کی باتیں اور اس کی یادیں، اس کی غمزدہ والدہ، دادی، نانا، نانی، چچاؤں، ماموؤں اور اس کی سہیلیوں کو ہمیشہ خون کے آنسو رلاتی رہیں گی۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اِس گھر کی نگہبانی کرے

سمیہ کے انتقال پر بہت سارے احباب بالخصوص مولانا مفتی تخی بہادر، خالہ زاد جناب محمد اسحاق، چچازاد عدنان سید اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ وطلبہ (شرکائے تخصص فی التفسیر) اور دیگر احباب نے خصوصی تعاون کیا، اظہار تعزیت کی اور اس غم کی گھڑی میں ساتھ رہے، تشریف لاکر، فون کرکے یا غائبانہ دعا کی ان سب حضرات کا بے حد ممنون ہوں واجرھم علی اللہ

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی *

درہم و دینار کو لوٹانے کی تدابیر پر چند گزارشات

جیولری کا کاروبار اور سونے و چاندی کے سِکوں کا اجرا

تصور کیجئے کہ ایک شخص کراچی کے صرافہ بازار میں سونے چاندی کے زیورات یعنی جیولری کی ایک دکان کھولتا ہے اور اپنی اس دکان میں وہ مختلف اقسام کے سونے و چاندی کے زیورات مثلاً کنگن، کڑا، انگوٹھی، لاکٹ، زنجیر اور جھمکا وغیرہ کی خرید وفروخت کرتا ہے۔ کچھ عرصے میں اس شخص کا کاروبار چمک جاتا ہے اور کراچی میں اس کی زیوارت کی دکان بطور برانڈ ابھرتی ہے اور مزید کچھ سالوں میں اس کی دکان کی شاخیں کراچی کے مختلف بازاروں میں کھل جاتی ہیں پھر اس کے کاروبار میں مزید ترقی ہوتی ہے اور پاکستان بھر کے شہروں میں اس کا کاروبار پھیل جاتا ہے۔ اللہ پاک اس کے کاروبار میں مزید ترقی دیتا ہے اور اب صورتحال یہ ہے کہ اس کا جیولری کا کاروبار پاکستان سے نکل کر بیرونِ ملک بھی پھیل جاتا ہے اور بیرونِ ملک مختلف شہروں میں اس کی دکان کی کئی شاخیں کھل جاتی ہیں۔

کاروبار کے آغاز میں یہ مختلف اقسام کے سونے و چاندی کے زیورات مثلاً کنگن، کڑا، انگوٹھی، لاکٹ، زنجیر اور جھمکا وغیرہ کو بیچتے آرہا تھا مگر اب اس نے گولڈ بار (سونے کی سلاخ) یعنی سونے کے بسکٹ بیچنا شروع کردیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس شخص کے ذہن میں خیال آتا ہے کہ وہ مختلف نقش کندہ سونے و چاندی کے سِکے بھی بیچنا شروع کردے نیز اگر آرڈر پر ان سونے کے سِکوں پر لوگوں کے نام بھی کندہ کردیا جائے تو جب لوگ ان نقش کندہ سونے و چاندی کے سِکوں کو اپنے جاننے والوں کو بطور ہدیہ یعنی گفٹ دیں گے تو یہ ان کے ہدیہ میں مزید جاذبیت پیدا کردے گا پھر وہ سوچتا ہے کہ اگر ان سونے کے سِکوں پر مہر نبوت، قرآنی آیات و دینی عبارات، خلفائے راشدین

* لیکچرر منسٹر ٹیکنالوجی یونیورسٹی آف آئرلینڈ

کے نام و دیگر اسلامی تاریخ کی اہم شخصیتوں کے ناموں کو بھی کندہ کردیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ لوگ شوق سے ان نقش کندہ سونے و چاندی کے سِکوں کو خریدنا شروع کردیں گے۔ ان سِکوں کو خریدتے ہوئے کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ آئے گی کہ یہ سِکے لیگل ٹینڈر ہیں اور نہ ہی انہیں بطور آلہ مبادلہ استعمال کیا جاسکتا ہے، لوگ تو بس ان سِکوں کو بطور ہدیہ دینے ، شوقیہ جمع کرنے یا پھر نقدی محفوظ کرنے کیلئے خریدتے ہیں۔ اب یہ شخص ایک قدم مزید آگے بڑھتا ہے اور یہ کہنا شروع کردیتا ہے کہ یہ سونے و چاندی کے سِکے یعنی درہم و دینار جن پر مہر نبوت، قرآنی آیات و دینی عبارات، خلفائے راشدین کے نام و دیگر اسلامی تاریخ کی اہم شخصیتوں کے ناموں کو کندہ کیا گیا ہے یہ اسلامی کرنسی ہے اور دراصل اسلامی نظامِ حکومت کی طرف ایک قدم ہے اور اس سلسلے میں ایک شریعہ ایڈوائزری بورڈ بھی تشکیل دے دیتا ہے۔ ساتھ ساتھ ان نقش کندہ سونے و چاندی کے سِکوں کی آن لائن انٹرنیٹ پر فروخت بھی شروع کردی جاتی ہے اور شریعہ کمپلائنس کا دعوی بھی کردیا جاتا ہے۔ جاری کردہ سِکوں کے ریکارڈ کو مربوط و محفوظ کرنے کیلئے جدید ٹیکنالوجی کا سہارا بھی لیا جاتا ہے اور ان سِکوں کی آن لائن خرید وفروخت کو بلاک چین سے جوڑ دیا جاتا ہے نیز وہ یہ بھی دعوی کرتا ہے کہ ان نقش کندہ سونے و چاندی کے سِکوں کو خریدنے سے مسلمان پوری دنیا کے معاشی نظام سے مقابلہ کریں گے یعنی ان نقش کندہ سونے کے سِکوں کی مدد سے آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور ڈالر کی اجارہ داری ختم کی جائے گی۔

دیکھئے! اگر کوئی یہ اعتراض کرتا ہے کہ ہم نے اوپر دی گئی اپنی مثال میں زیورات کے کاروبار اور سونے و چاندی کے سِکوں کی خرید وفروخت کو پورا ایک افسانہ بنادیا ہے اور پھر اس افسانے میں ایک شخص کو اس کاروبار کے ذریعے مسلمانوں کے معاشی عروج سے جوڑ دیا ہے تو یہ دنیا میں کہاں ہوتا ہے اور کون اسے عقلا درست سمجھتا ہے؟ ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ حقائق یہی ہیں، آجکل ایسا ہو بھی رہا ہے اور کچھ لوگ اسے درست بھی سمجھتے ہیں۔

سونے و چاندی کے سِکوں کے اجرا سے متعلق چند سوالات

بعض حضرات یہ دعوی کرتے ہیں کہ اگر ہمیں اسلامی نظام واپس لانا ہے تو پہلے ہمیں درہم و دینار کے نظام کو واپس لانا ہوگا۔ ان حضرات کا دعوی ہے چونکہ قرونِ اولی ، خلافتِ بنوامیہ، خلافتِ عباسیہ میں درہم و دینار یعنی سونے اور چاندی کے سِکوں کو بطور زر استعمال کیا جاتا تھا لہٰذا اسلام میں زر کا درجہ صرف ثمنِ خلقی یعنی سونے کو ہے۔ نیز وہ یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ تقریباً ایک صدی

پہلے جو عالمی تجارت تھی وہ بھی سونے کے سِکوں کے ذریعے ہی انجام پاتی تھی اور سونے کو بطور زر استعمال کیا جاتا رہا ہے لہٰذا اب بھی اس کا عملی استعمال ممکن ہے، یہ علیحدہ بات ہے کہ سونے کے ذریعے عالمی تجارت کا اختتام بریٹن ووڈز معاہدے (Bretton Woods Agreement) کے اختتام پر ہوا اور اب مروجہ کاغذی کرنسی یعنی فیاٹ کرنسی ملکی اور عالمی تجارت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، ان حضرات کے دعویٰ پر تھوڑا سا غور کرنے سے جو سوالات فوراً ذہن میں آتے ہیں وہ درجِ ذیل ہیں۔

☆ کیا درہم و دینار کو اسلامی نظامِ معیشت کی بنیاد کہا جاسکتا ہے اور کیا درہم و دینار مسلمانوں کی کرنسی ہے؟

☆ کیا کسی انفرادی شخصیت یا پرائیوٹ کمپنی کو اسلامی کرنسی جاری کرنے کا شرعی و قانونی طور پر اختیار ہے؟

☆ کیا شریعتِ اسلامی میں تخلیقِ زر اور بالخصوص سونے چاندی سے زر کی تخلیق سے متعلق کچھ اصول بیان کئے گئے ہیں؟

☆ کیا اسلامی تاریخی شخصیات کی شبیہ و مختلف اقسام کی عبارات کندہ سونے و چاندی کے سِکوں کی فروخت سے اسلامی نظامِ معیشت کو واپس لوٹایا جاسکتا ہے؟

☆ کیا ایسا دعوی کرنا کہ ان نقش کندہ سونے کے سِکوں کی مدد سے آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور ڈالر کی اجارہ داری ختم کی جائے گی سائنسی، معاشی و تکنیکی طور پر درست ہے؟

☆ کیا عمومی طور پر درہم و دینار لوٹانے کی یہ تدابیر درست ہیں اور کیا یہ کوششیں واقعی بارآور ثابت ہوسکتی ہیں؟

☆ کیا ان نقش کندہ سِکوں کا اجرا بطور لیگل ٹینڈر ہوا ہے اور کسی یورپی ملک یا اسلامی ملک نے ان سِکوں کو بطور لیگل ٹینڈر اختیار کیا ہے؟

☆ کیا یہ نقش کندہ سِکے جاری کرنے والوں نے حکومت باقاعدہ اجازت لے کر تخلیقِ زر کا عمل اپنے ذمہ لے لیا ہے؟

☆ کیا ان نقش کندہ سِکوں کا کسی شہر یا ملک میں بطور زر یا آلہ مبادلہ بھی استعمال ہو رہا ہے؟

یہ بات واضح رہے کہ ہم ہرگز مسلمانوں کے حوصلے پست نہیں کر رہے اور نہ ہی یہ کہہ رہے

کہ خدانخواستہ اسلامی نظامِ معیشت واپس نہ آئے بلکہ ہماری تو یہ دعا ہے کہ اسلامی ممالک اور خاص طور پر ہمارا پیارا ملک پاکستان معاشی طور پر طاقتور، مستحکم اور خود کفیل ہو اور اسلامی فلاحی ریاست کا حقیقی نمونہ پیش کرے نیز اس مضمون سے ہرگز یہ تاثر نہ لیا جائے کہ مضمون نگار سودی بینکاری نظام کی حمایت کررہا ہے اور نہ ہی اس بات کی حمایت کررہا ہے کہ خدانخواستہ غیر حقیقی معیشت کو فروغ دیا جائے بلکہ اس مضمون کا مقصد ان مغالطوں کا دور کرنا ہے جو کہ سونے چاندی کے اسلامی سِکوں کے عنوان سے پیش کیا جارہا ہے اور ہم صاحبانِ علم کی اس جانب توجہ دلارہے ہیں کہ اسلامی نظامِ معیشت کے عنوان سے درہم و دینار کو لوٹانے کیلئے جو طریقے اختیار کیے جارہے ہیں ان کا تجزیہ اور ان پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

سونے و چاندی کے سِکوں پر خانہ کعبہ کی شبیہ و مختلف عبارات کندہ کرنا

ہماری رائے میں محض اسلامی تاریخی شخصیات کی شبیہ سونے و چاندی کے سِکوں پر کندہ کر کے مذکورہ بالا طریقے پر فروخت سے اسلامی نظامِ معیشت کو واپس نہیں لوٹایا جاسکتا۔

آیئے! اسے مثال سے سمجھتے ہیں، برطانیہ کی رائل منٹ کمپنی لمیٹڈ (The Royal Mint) جو کہ برطانیہ کی سکے بنانے کی آفیشل کمپنی ہے اور ایچ ایم ٹریژری (His Majestys Treasury) کا حصہ ہے، مختلف انواع و اقسام کے سونے کے بسکٹ، سکے اور میڈیلز جاری و فروخت کرتی ہے۔ان میں سونے کے ایسے سِکے بھی شامل ہیں جو کہ تاریخی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ کچھ عرصے پہلے اس رائل منٹ کمپنی نے خانہ کعبہ کی شبیہ کندہ سونے کی سلاخ (گولڈ بلین) جاری کیا ہے۔یہ بیس گرام کا گولڈ بلین ہے جس پر خانہ کعبہ کی شبیہ کندہ ہے اوراس کی قیمت آجکل کے سونے کی قیمت کے حساب سے تقریباً ایک ہزار دوسو ستر برطانوی پاؤنڈ،تقریباً ساڑھے چار لاکھ پاکستانی روپے بنتی ہے،بلین وہ سونا یا چاندی کہلاتا ہے جو کہ کم از کم 99.5% یا 99.9% خالص سونے پر مشتمل ہو، اگر کوئی برطانیہ کی رائل منٹ کمپنی کے جاری کردہ سونے کی سلاخ جس پر خانہ کعبہ کی شبیہ کندہ ہو یا ایسے سونے و چاندی کے سکے جس پر خانہ کعبہ کی شبیہ کندہ ہو، جاری کرنے سے یہ نتیجہ اخذ کرنے لگے کہ برطانیہ اب اسلامی نظامِ معیشت کا اختیار کرنے لگا ہے اور درہم و دینار کو رائج کرنے کی کوشش کررہا ہے تو اسکو کس چیز سے تعبیر کریں گے؟

اہم بات یہ ہے کہ یہی رائل منٹ ایسے سِکے بھی جاری کرتا ہے جن پر مختلف دیوی دیوتاؤں مثلاً لکشمی، گنیش اور اوم، اہم تاریخی شخصیات مثلاً چین کا مشہور تاریخی جرنل گوان یو (Guan Gong)

اور برطانیا کی شبیہ کندہ ہوتی ہے، حتیٰ کہ یہی رائل منٹ کمپنی کرسمس کے عنوان سے بھی نقش کندہ سکے جاری کرتا ہے۔ تو کیا برطانیہ کی رائل منٹ کمپنی کے ہندوؤں کے دیوی دیوؤتاں، عیسائیوں کے کرسمس، اور چین کے فوجی جرنل کے نقش کندہ سکے جاری کرنے سے کوئی یہ تاثر لے گا کہ برطانیہ اب ان اقوامِ عالم کے نظامِ معیشت کا اختیار کر رہا ہے؟ یقیناً ایسا ہرگز نہیں ہے اور ایسے نقش کندہ سکے جاری کرنے کے کئی مقاصد ہوتے ہیں۔ نیز لوگوں کا ان نقش کندہ سکوں کو خریدنا مختلف وجوہات کی وجہ سے ہوتا ہے مثلاً کسی تاریخی شخصیت و واقعہ سے اپنی وابستگی کی وجہ سے، شوقیہ عادت کے طور پر، تحفہ تحائف دینے کیلئے یا پھر بعض لوگ ان نقش کندہ سکوں وسکٹ کو بطور قدر کو محفوظ کرنے کیلئے بھی استعمال کرتے ہیں، اسی طریقے سے امریکہ کی یونائیٹڈ اسٹیٹس منٹ (United States Mint) بھی مختلف نقش کندہ سکے جاری کرتی ہے جو کہ مختلف دھاتوں مثلاً سونا (Gold)، چاندی (Silver)، پلاٹینیم (Platinum) اور پلاڈیئم (Palladium) کے ہوتے ہیں۔ ان سکوں پر مختلف تصاویر و خاکے کندہ ہوتے ہیں جنمیں اہم تاریخی شخصیات اور قدیم عمارتوں کی تصاویر و خاکے بھی شامل ہیں، بعینہ دنیا کے بیشتر ممالک کبھی ٹریژری یا پھر سینٹرل بینک کے توسط سے سکوں یا بسکٹوں کا اجرا کرتے ہیں، پاکستان میں اسٹیٹ بینک آف پاکستان بھی سکوں کا اجرا کرتا ہے جنہیں یادگاری سکہ (Commemorative Coins) کہا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ چاہے کوئی انفرادی مسلمانوں کی سونے و چاندی کے سکوں کو بیچنے والی کمپنی ہو یا زیورات کی دکان، برطانیہ کی رائل منٹ کمپنی ہو یا امریکہ کی یونائیٹڈ اسٹیٹس منٹ، محض ان لوگوں اور اداروں کا سونے و چاندی کے سکوں پر مہر نبوت، قرآنی آیات و دینی عبارات، خلفائے راشدین کے نام و دیگر اسلامی تاریخ کی اہم شخصیتوں کے ناموں کو کندہ کر کے ان کی خرید وفروخت سے اسلامی نظامِ معیشت واپس لانے کا تاثر لینا قطعاً مناسب نہ ہوگا۔

سونے و چاندی کے سکوں کا وزن

جہاں تک سونے و چاندی کے سکوں کے وزن کا تعلق ہے تو حضرت عمرؓ نے درہم (چاندی کے سکے) اور دینار (سونے کے سکے) کے لیے وزن متعین فرمادیا تھا، پھر وہی وزن درہم و دینار کے وزن کیلئے معیار بن گیا (حوالہ دارالافتاء جامعہ العلوم الاسلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، کراچی، پاکستان)۔ جمہور مفتیان کرام کی تحقیق کے مطابق ایک درہم کی مقدار تین اعشاریہ صفر چھ 1 Dirham = 3.0618 grams اور ایک دینار کی مقدار چار اعشاریہ تین سات چار گرام 1 Dinar = 4.374 grams ہے۔ درہم و دینار کی

مکمل تحقیق اور مروجہ اوزان اور پیمانوں کے مطابق ان کی تشریح و توضیح کیلئے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی کتاب ''اوزانِ شرعیہ'' دیکھئے۔ اس کے برعکس جب ہم آجکل کے ان جاری کردہ سِکوں کے وزن کو دیکھتے ہیں تو بادی النظر میں وہ جمہور مفتیانِ کرام کے محقق وزن کے معیار سے میل نہیں کھاتے اور غالبا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سِکوں کے وزن میں عبدالملک بن مروان کے زمانے کے سِکوں کا وزن اختیار کیا گیا ہے جس کا تذکرہ موسوعہ فقہیہ، کویت میں موجود ہے۔ عبدالملک بن مروان کا دینار چار اعشاریہ دو پانچ گرام 1 Dinar = 4.25 grams سونے کا تھا، اس اعتبار سے درہم دو اعشاریہ نو ساتھ پانچ گرام 1 Dirham = 2.975 grams چاندی ہوگا۔ (۱)

نایاب سِکوں (خاص طور پر اسلامی سِکوں) کی نیلامی امریکہ، روس و برطانیہ میں ہوتی رہی ہے مثلاً دسمبر ۱۹۹۷ء میں ایسی ہی ایک نیلامی امریکی شہر نیویارک میں وقوع پذیر ہوئی (۲)

اس نیلامی میں خلافتِ بنو امیہ، خلافتِ عباسیہ، خلافتِ عثمانیہ وغیرہ کے سِکوں کو نیلامی کیلئے پیش کیا گیا۔ اس نیلامی کی جو کیٹلاگ (تفصیلی فہرست) ہمیں میسر آئی اس میں ان سِکوں کے اوزان بھی تحریر کئے گئے ہیں جن میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے مثلا کچھ دینار کی اوزان سوا تین گرام سے لے کر ساڑھے چار گرام تک چلے گئے ہیں۔ اسی طریقے سے اسٹیفن البم (Stephen Album) کی اسلامک کوائن کی کیٹلاگ نومبر ۲۰۱۱ء دیکھتے ہیں تو اس میں بھی دینار کے مختلف اوزان تحریر کئے گئے ہیں جو کہ ڈھائی گرام سے لے کر ساڑھے آٹھ گرام تک چلے گئے ہیں۔ (۳)

جو حضرات اسلامی تاریخ پر تحقیق کر رہے ہیں اور ان کا خاص موضوع مختلف اسلامی ادوار میں جاری کردہ سکے ہیں، ان حضرات کیلئے اسٹیفن البم کی یہ کیٹلاگ نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوگی کیونکہ اس کیٹلاگ کے اندر اسلامی ادوار میں سِکوں سے متعلق جتنی تفصیلات فراہم کی گئی ہیں وہ بہت قابلِ تحسین ہیں۔ تین سو صفحات سے زائد اس کیٹلاگ میں بہت ہی تفصیل کے ساتھ اسلامی سِکوں کا تجزیہ کیا گیا ہے جن میں مختلف دور خلافت میں جاری کردہ سِکوں، ان پر کندہ تحریرات، اوزان، تاریخِ اجرا، ملاوٹ و کھوٹ، مختلف مما لک میں ان کا پھیلا، ان سِکوں کا زوال، کس دھات سے وہ سِکہ بنا ہے (سونا، چاندی، سیسہ (Lead)، قلع (Tin)، پیتل (Brass)، تانبا (Copper)، گلاس، ڈی بیسڈ چاندی جسے بلن کہا جاتا ہے (Billon) جو کہ دھاتوں کا مرکب ہوتی ہے)، کانٹر مارک وغیرہ جیسی تکنیکی تفصیلات شامل ہیں۔ البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کیٹلاگ میں فراہم کردہ سِکوں اور اسلامی تاریخ سے متعلق معلومات کو اصل اسلامی عربی تاریخی مآخذ سے موازنہ کرلیا جائے تاکہ تسلی ہوجائے کہ اس

میں فراہم کردہ تکنیکی معلومات درست ہیں۔ نیز اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ اگر کوئی صاحبِ علم اس کیٹلاگ میں فراہم کردہ معلومات اور امریکہ، برطانیہ (ایش مولین میوزیم، آکسفورڈ میں موجود ہیبر ڈین کوائن روم) و دیگر ممالک، خاص طور پر اسلامی ممالک میں میوزیم میں موجود سِکوں سے بھی موازنہ کرلے۔ نیز ایک کتاب مدون کرنے کی ضرورت ہے جس میں تاریخ امتِ مسلمہ کو معاشی تناظر میں لکھا جائے جس میں مختلف اسلامی خلافتوں مثلاً خلافت راشدہ، خلافت بنو امیہ، خلافت بنو عباس، خلافتِ عثمانیہ وغیرہ میں رائج معاشی نظام، خرید وفرخت کے رائج طریقوں اوران کا ارتقا، ان اسلامی سلطنتوں میں سِکوں کا اجرا وغیرہ جیسے موضوعات کا تفصیلی احاطہ کیا جائے۔ امتِ مسلمہ کی معاشی، معاشرتی، ترقیاتی، اور تمدنی حالات پر ایسی ایک کتاب تحریر کرنے کی ضرورت کا اظہار حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے کتاب تاریخ امتِ مسلمہ کے مقدمہ میں بھی تحریر فرمایا ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ کوئی صاحبِ علم اس کام کا پورا کرنے کا بیڑا اٹھا لے، آمین نیز جو حضرات سائنسی طور پر اس موضوع پر مزید تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو وہ سائنس کا شعبہ علم سِکہ Numismatics میں مہارت حاصل کریں، اس سائنسی شعبے میں سِکے، کرنسی، ٹوکن، تمغے وغیرہ کو جمع کرنا، ان کی تاریخ اوراس سے متعلقہ علوم کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

سونے و چاندی کے سِکوں کے اجرا کا اختیار اور زر ہونے کیلئے شریعت کی سونے چاندی کے سِکوں کی شرط؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا سونے چاندی کے علاوہ بھی کوئی چیز بطور سِکہ استعمال ہوسکتی ہے؟ کیا شریعت نے زر ہونے کیلئے سونے چاندی کے سِکوں کی شرط لگائی ہے؟ اور کیا حکومتِ وقت کے علاوہ بھی کوئی ان سِکوں کا اجرا کرسکتا ہے؟ اس کا جواب مفتیانِ کرام یہ دیتے ہیں کہ شریعت نے کسی چیز کو ثمن قرار دینے پر کوئی قید نہیں لگائی، البتہ ثمنیت متحقق ہونے کیلئے اس چیز کا شرعی طور پر مال ہونا شرط ہے جس کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں درج ہیں۔ اس بارے میں حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم یہ تحریر کرتے ہیں۔

''حکومت کو مطلقا یہ قدرت ہے کہ جس چیز کو چاہے ثمن قرار دے دے، خواہ وہ پیتل ہو یا لوہا یا چمڑا یا کاغذ اور ان جیسے امور میں شریعت کی جانب سے وسعت، سہولت اور لوگوں کے درمیان جاری عرف و تعامل ہی معہود ہے، نہ یہ کہ ایسی دقیق بحثیں کی جائیں جو کہ

موجودہ دور میں فلسفہ نظریہ بن چکے ہیں جن کا روزمرہ کی زندگی میں کوئی اثر نہیں اور نہ ان کا کوئی پتہ ہے۔ (۴)

اسی طریقے سے جامعہ العلوم السلامیہ، علامہ محمد یوسف بنوری ٹان، کراچی، پاکستان کی اس بارے میں رائے درج ذیل ہے۔

''اسلام کے ابتدائی دور میں مالیاتی لین دین اگر چہ سونے چاندی کے سکوں کے ذریعے ہی ہوتا تھا اور سونے چاندی کے زر ہونے کی صلاحیت مسلمہ حقیقت ہے لیکن شریعت نے زر ہونے کے لیے سونے چاندی کے سکوں کی شرط نہیں لگائی، مشہور مورخ احمد بن یحییٰ بلاذری نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور میں اونٹوں کی کھال سے درہم بنانے کا ارادہ کیا تھا مگر اس خدشے سے یہ ارادہ ترک کر دیا کہ اس طرح اونٹ ہی ختم ہو جائیں گے۔''

چنانچہ بلاذری نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے: ''میں نے اونٹوں کے چمڑوں سے درہم بنانے کا ارادہ کیا ہے، تو ان سے کہا گیا: اس سے تو اونٹ ختم ہو جائیں گے، اس پر انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔'' نیز امام مالکؒ منقول ہے: ''اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعے خرید وفروخت کو رائج کر دیں، یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائے تو میں سونے چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو ادھار فروخت کرنا پسند نہیں کروں گا۔''

''موجودہ دور میں کسی چیز کی ثمنیت حکومتی قانون کی رو سے عمل میں آتی ہے اور حکومتی اعلان سے ثمنیت ختم ہو جاتی ہے، عوام کا اس بارے میں کسی قسم کا عمل دخل نہیں ہے لیکن سابقہ زمانہ میں عوام کے اتفاق سے ثمن بن جاتا تھا اور عوام کے اتفاق سے ثمن ہونا ختم ہو جاتا تھا، اس بارے میں حکومتی قانون نہیں تھا۔ (۵)

اسی تناظر میں ہم دارالافتا ربانیہ کوئٹہ کے فتوی سے اقتباس نقل کرتے ہیں اور اسی سے ملتی جلتی بات ادارہ المعارف کراچی سے چھپنے والی ڈاکٹر مولانا عصمت اللہ صاحب کی کتاب ''زر کا تحقیقی مطالعہ شرعی نقطہ نظر سے''، ص۶۲۔۶۳ میں بھی تحریر ہے۔

''بین الاقوامی طور پر قانون کی رو سے یہ بات طے ہو چکی ہے کہ سکہ بنانے کا حق صرف اور صرف حکومتِ وقت کو حاصل ہے اس کے علاوہ عوام کو سکہ بنانے کا کوئی حق حاصل نہیں بلکہ قانونی طور

پر یہ ایک بہت بڑا جرم بھی ہے یہاں تک کہ خلاف ورزی کرنے والے کو بڑی تعزیر کا سزا وار ٹھہرایا جائے گا۔ کیا قانون کے علاوہ شرعی طور پر سکہ بنانے کا حق حکومتِ وقت کے علاوہ کسی فرد اور شخص کو حاصل ہے؟ اس بارے میں شریعت کا بھی حکم یہی ہے کہ سکہ بنانے کا حق حکومتِ وقت ہی کو حاصل ہے اس کے علاوہ اگر کسی فرد اور شخص کو سکہ بنانے کا حق دیا جائے تو علمائے کرام کی تصریحات کی مطابق اس سے ملک میں افراتفری اور انتشار پھیلے گا بلکہ یہ حکومت کی رٹ کو چیلنج کرنے کی طرف مفضی ہوگا۔

ڈاکٹر عدنان ترکمانی لکھتے ہیں: اور امام مالکؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ فرمایا: کہ یہ فساد ہے اگر چہ یہ سکہ بنانا حکومت کے سکے کے موافق ہو۔ اور حضرت سعید بن میتب سے روایت ہے کہ حکومت وقت کے علاوہ اگر کسی نے سکہ بنایا تو یہ زمین پر فساد ہوگا۔ امام مالکؒ کی طرح احناف کی بھی رائے ہے لہٰذا سکہ بنانے کا حق جمہور فقہائے کرام کے نزدیک حکومتِ وقت ہی کو حاصل ہے اس کے علاوہ کسی فرد اور جماعت کو اجازت نہیں۔''

خلاصہ یہ کہ سونا و چاندی ثمنِ خلقی ہے اور انکی اپنی ذاتی قدر ہے اور قرونِ اولی میں اس کا استعمال کا ثبوت بھی ملتا ہے اور اس سے متعلق فقہائے کرام نے قوانین بھی بڑے واضح انداز میں بیان کئے ہیں لہٰذا اس زر کو اختیار کرنا جو سونے چاندی پر مشتمل ہو اس کو سراہنا چاہیے البتہ اس طرح کے زر کے استعمال کے متعلق شریعتِ مطہرہ نے قوانین واضح کئے ہیں جن کو سامنے رکھ کر اس طرح کے زر کو فروغ دینا چاہیے نیز اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سونے و چاندی کا ذکر قرآنِ پاک، احادیثِ مبارکہ اور سنت سے ثابت ہے اور زر بھی ہے مگر یہ عقیدہ رکھ لینا کہ سونے چاندی کے علاوہ کوئی چیز بطور زر استعمال ہی نہیں ہوسکتی، ایسا سمجھنا مناسب نہیں ہے۔

سونے و چاندی کے عالمی ذخائر اور کاغذی کرنسی

کتنی عجیب بات ہے کہ پوری دنیا کو معاشی طور پر کنٹرول کرنے والوں نے تمام ممالک کو تو کاغذی کرنسی کے پیچھے لگا دیا ہے مگر خود ان کی جان سونے میں اٹکی ہوئی ہے۔ یعنی ایک طرف تو یہ سونے کی بطور زر استعمال کی خامیاں گرداننے نہیں تھکتے اور دوسری طرف فیڈرل ریزرو امریکہ، بینک آف انگلینڈ برطانیہ اور آئی ایم ایف نے سونے کے ذخائر کے انبار لگا رکھے ہیں۔ آپ کو یہ جان کر حیرانگی ہوگی کہ برطانیہ کے بینک آف انگلینڈ کے پاس والٹس (Vaults) میں ساڑھے پانچ ہزار ٹن

(تقریباً پچاس لاکھ کلوگرام) سونے کے بلین موجود ہیں جس کی آجکل کے حساب سے مارکیٹ ویلیو تقریباً ایک سو اسی بلین امریکی ڈالر سے زائد کی ہے اور یہ مقدار پوری دنیا کے سونے کے ذخائر کی پانچ فیصد بنتی ہے جس کی آج تک کان کنی کی گئی ہے۔(۲)

اگر سونے میں بطور زر اتنی ہی خامیاں ہیں تو کیوں فیڈرل ریزرو امریکہ، بینک آف انگلینڈ برطانیہ اور آئی ایم ایف، و دیگر ترقی یافتہ ممالک اپنے تمام سونے کے ذخائر سے نجات حاصل نہیں کر لیتے؟ کیوں خود بھی عملی طور پر سونے سے نجات حاصل کر کے صرف اور صرف کاغذی کرنسی اور اب ڈیجیٹل کرنسی کو بالکلیہ اختیار نہیں کر لیتے؟ کیوں کاغذی کرنسی (اور اب ڈیجیٹل کرنسی کو ترقی پذیر ممالک کو معاشی طور پر کنٹرول کیلئے) رکھا گیا ہے؟ غرض یہ وہ سوالات ہیں جن کا جاننا اور ان کا سدِ باب کرنا ہمارے مسلمان معاشی ماہرین و محققین کی ذمہ داری ہے۔

آپ کو یہ جان کر بھی حیرانگی ہوگی کہ برطانوی تھنک ٹینک Chatham House (حوالہ: اینڈری آیسترو، گولڈ اینڈ انٹرنیشنل مونیٹری سسٹم، رائل انسٹیٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیئر) کی رپورٹ کے مطابق کسی ملک کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ سونے کو اپنی کرنسی کی پیچھے رکھے اور آئی ایم ایف کو بھی اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنے سونے کے ذخائر کو اس طرح استعمال کرے اور سونے کے بلین کو ایس ڈی آر کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا۔ آئی ایم ایف (حوالہ: آرٹیکلز آف ایگریمنٹ، ص۶، ۲۰۲۰) کے معاہدہ کی شق نمبر۴، سیکشن ۲ یہ کہتی ہے کہ ممبر ممالک سونے کے ماسوا کسی دوسرے ملک کی کرنسی کے ساتھ اپنی ملک کی کرنسی کو منسلک کریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی ملک چاہے بھی تو سونے کا بطور زر اختیار کرنا اس کیلئے مشکل ہے کیونکہ آئی ایم ایف اور دیگر مالیاتی اداروں نے قوانین وضع کیے ہوئے ہیں اور ممبر ممالک اس پر عمل کرنے کے پابند ہیں۔

سونے و چاندی کو بطور زر ختم کرنے کی تاریخی کوششیں

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ پہلے عالمی معاشی نظام کو کنٹرول کرنے والوں نے تاریخی طور پر آہستہ آہستہ سونے کی تجارت یعنی حقیقی اثاثوں کی تجارت کو ختم کیا اور اس کے لئے پہلے سونے کی وثیقے جاری کئے، پھر کمرشل بینکوں اور کاغذی کرنسی کا نظام رائج کیا، اور پھر سونے کے ذریعے عالمی تجارت کا اختتام بریٹن ووڈز معاہدے (Bretton Woods Agreement) کے اختتام پر ہوا اور اب یہی عالمی معاشی نظاموں کو کنٹرول کرنے والے پہلے خود ہی کرپٹو کرنسی کے فروغ کرنے والوں کو

کھلی چھوٹ دے رہے ہیں اور قانون سازی میں بھی انکے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ڈال رہے اور ساتھ ساتھ کرپٹو کرنسی کے نقائص بھی گردان رہے ہیں تاکہ کرپٹو کرنسی کی مخالفت کر کے عوام الناس میں حکومت کی جاری کردہ کرپٹو کرنسی کی متبادل ڈیجیٹل کرنسی یعنی سینٹرل بینک ڈیجیٹل کرنسی (سی ڈی بی سی) کو رائج کرنے کیلئے راہیں ہموار کر لی جائیں۔ دراصل ان کا مطمحِ نظر ایسا کرنے سے بادی النظر میں یہ لگتا ہے کہ کسی بھی وقت وہ کسی بھی ملک کی معیشت پر کنٹرول کر لیں اور قارئین یہ بات یاد رکھیں کہ اس طرح کی ڈیجیٹل کرنسیوں کا شیوع کروایا جارہا ہے جس کے پیچھے کوئی اصل حقیقی اثاثہ نہیں ہے۔اس سی ڈی بی سی کو رائج کرنے کیلئے مختلف ممالک کے پروجیکٹس شروع ہو چکے ہیں جن میں سرفہرست ڈیجیٹل پاؤنڈ، ڈیجیٹل یورو وغیرہ شامل ہیں۔

اسلامی ممالک اور بالخصوص پاکستان کے معاشی ماہرین، پی ایچ ڈی ڈاکٹر حضرات اور حکومتی عہدوں اور کمیٹیوں کی صدارت پر ممکن صاحبانِ علم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس ڈیجیٹل کرنسی کے نظام کو رائج ہونے سے پہلے اپنی پوری صلاحیتیں صرف کر کے اس کے خلاف کمر بستہ ہوں۔ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ حقیقتِ حال اسکے قطعا برعکس ہے اور مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ جن حضرات کی یہ ذمہ داری اور انکے فرائض منصبی میں شامل ہے کہ وہ اس نظام کے خلاف بند باندھیں، وہی اس ڈیجیٹل کرنسی اور بالخصوص کرپٹو کرنسی کے ذریعے غیر حقیقی معیشت کے نظام کو نافذ کرنے کی راہیں ہموار کر رہے ہیں۔اللہ پاک امتِ مسلمہ کی ہر قسم کے فتنوں سے حفاظت فرمائے آمین۔

عالمی معاشی ماہرین کی آراء اور خاص طور پر کچھ ترقی یافتہ ممالک کے سینٹرل بینکوں کے گورنر حضرات کی تقاریر و تحاریر پڑھ کر یہ واضح تاثر ملتا ہے کہ یہ لوگ عالمی معیشت کو کنٹرول کرنے کیلئے ایسے زر کی طرف بلا مبالغہ پیشرفت کر رہے ہیں کہ جس زر کی اپنی ذات میں کوئی قدر نہیں اور نہ ہی ایسا زر کسی حقیقی شئے یا اثاثہ کو ظاہر کرتا ہے بلکہ ہمیں یہ کہتے ہوئے کوئی جھجک محسوس نہیں ہو رہی کہ قدر کی تعریف ہی تبدیل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور یہ کوشش کی جارہی ہے کہ صرف تعامل کو ہی قدر کا متبادل سمجھ لیا جائے۔اس کا جو لازمی نتیجہ سامنے آتا ہے اس کی صورت بڑی بھیانک شکل میں سامنے آرہی ہے مثلاً ایسی چیزوں کو بھی قابلِ قدر سمجھا جارہا ہے جن کو کسی طرح بھی عقلِ سلیم قابلِ قدر تسلیم نہیں کر سکتی مثلاً ٹوکن کے عنوان پر حالیہ چھپنے والی ایک کتاب میں ایسی کئی مثالیں دی گئی ہیں جن کی آج کل کے مغربی معاشرے میں قابلِ قدر تصور کر کے اس کی خرید و فروخت کی جارہی ہے یعنی انسانی معاشرے کے زوال کی حد تک گراوٹ اپنی آخری حدود تک پہنچ چکی ہے۔(۷)

ٹوکن کے عنوان پر چھپنے والی حالیہ کتاب میں کچھ مثالیں دی گئی ہیں (حوالہ کتاب: ٹوکنز: دی فیوچر آف منی ان دا ایج آف دی پلیٹ فارم، ورسو، ۲۰۲۳) یہ مثالیں دینے کے قابل تو نہیں تھیں مگر بات کی وضاحت کیلئے مجبوری میں دینی پڑیں۔مثلاً اس کتاب میں تحریر ہے کہ انسانی جسم سے خارج ہونے والی ریح کو قابلِ قدر تصور کر کے اس کی خرید وفروخت ہو رہی ہے، یہ خرید وفروخت یورپ و امریکا میں شروع ہو چکی ہے اور لوگ اس کی خرید وفروخت کر بھی رہے ہیں۔ہم یہ سوال پوچھتے ہیں کہ اگر یہ چیزیں رائج ہو گئیں اور انسانی جسم سے خارج ہونے والی ریح کا عمومی خرید وفروخت ہونا شروع ہو گیا تو کیا اس کی خرید وفروخت کا بھی جواز نکل آئے گا جیسا کہ کرپٹو کرنسی کا جواز نکالا گیا ہے کہ یہ رائج ہونے لگی ہے؟ دیکھئے! جس طریقے سے یہ بیہودہ چیزیں سائنسی طور پر کوئی حیثیت نہیں رکھتیں اسی طریقے سے کرپٹو کرنسی بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی جن بیہودہ چیزوں کی خرید وفروخت کی جارہی ہے ان چیزوں کی عرف، فطرتِ سلیمہ اور طبیعتِ سلیمہ کے اعتبار سے کوئی حیثیت نہیں ہے، اسی طریقے سے سائنسی اعتبار سے کرپٹو کرنسی کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے، یہ ایک تصوراتی، تخیلاتی اور فرض کی ہوئی چیز ہے جس کا ڈیجیٹل وجود تک نہیں ہے۔کرپٹو کرنسی پیٹنٹ یعنی انٹیلیکچول پراپرٹی کی طرح نہیں ہے اور اسے بجلی، حقوق گڈول، حقوقِ مجردہ، کاپی رائٹ، ٹریڈ مارک، یا برانڈ کی طرح نہیں سمجھا جا سکتا اور جو لوگ کرپٹو کرنسی کو بجلی، حقوق گڈول، حقوقِ مجردہ، کاپی رائٹ، ٹریڈ مارک، یا برانڈ پر قیاس کر رہے ہیں وہ سائنسی طور پر سراسر غلط ہیں۔

مدارسِ دینیہ اور سونے و چاندی کے سِکوں کی خرید وفروخت کے مسائل کی تدریس

مدارسِ دینیہ کے نصاب میں سونے چاندی کے سِکوں یعنی درہم و دینار سے متعلق مسائل بہت وضاحت کے ساتھ درج ہیں۔آپ ان کتب میں پورے پورے ابواب سونے چاندی کے سِکوں سے متعلقہ معاملات کے مل جائیں گے۔ان کتابوں میں القدوری، کنز الدقائق اور ہدایہ سرفہرست ہیں نیز کتب احادیث و تاریخ و سیر میں بھی سونے چاندی کے سِکوں سے متعلق ابواب مل جائیں گے لہٰذا ان سونے چاندی کے سِکوں کو بطور زر استعمال کرنا ایک اچھی بات ہوگی کیونکہ یہ حقیقی معیشت کو اختیار کرنے کی طرف ایک قدم ہوگا البتہ ان سونے چاندی کے سِکوں سے متعلق اتنا غلو اختیار کر لینا کہ سونے چاندی کے علاوہ کسی کو بھی زر نہ سمجھنا یہ شریعتِ اسلامی کی تعلیمات کی کم فہمی ہی ہو سکتی ہے نیز سونے چاندی کے سِکوں یعنی درہم و دینار کا اجرا اسلامی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی پالیسی مرتب کریں کہ حقیقی زر مثلاً سونے چاندی کے سِکوں کو معاشرے میں رواج دیا جا سکے اور

اس کیلئے وہ مستند دارالافتا سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں نیز آجکل کے دور میں ان سونے چاندی کے سِکوں یعنی درہم و دینار کو بطور زر اختیار کرنا اتنا آسان نہ ہوگا کیونکہ عالمی معاشی طاقتوں سے ٹکر لینا پڑے گی لہٰذا جوشِ جذبات میں آئے بغیر پہلے ملکی معیشت کو قرضوں سے نجات دلانا پڑیگی اور ساتھ ساتھ ملکی معیشت کو مضبوط کرتے ہوئے خود انحصاری کی راہ کی طرف گامزن ہونا پڑیگا اور پھر باقاعدہ ایک مربوط پلاننگ کر کے حقیقی اثاثوں کی معیشت کو مفتیانِ کرام سے پوچھ پوچھ کر فروغ دینا ہوگا۔

درہم و دینار کے نظام کو لوٹانے سے متعلق سوچ وفکر میں اِفراط وتفرِیط

درہم و دینار کے نظام کو لوٹانے والے حضرات کی سوچ وفکر میں اِفراط وتفرِیط پایا جاتا ہے۔ ایک طرف تو وہ حضرات ہیں جو صرف سونے و چاندی کے سِکوں کو اسلامی نظامِ معیشت کی بنیادی اساس قرار دیتے ہیں اور مروجہ کاغذی کرنسی کو نظامِ باطل گردانتے ہیں جبکہ دوسری طرف وہ حضرات ہیں جو سونے و چاندی کے سِکوں کو اسلامی نظامِ معیشت کی بنیادی اساس قرار نہیں دیتے اور مروجہ کاغذی کرنسی کے نقائص گردانتے ہیں البتہ یہی حضرات محض فرضی نمبروں یعنی کرپٹو کرنسی کو بطور زر اختیار کرنے کی امتِ مسلمہ کو ترغیب دیتے نہیں تھکتے۔تیسری طرف وہ لوگ ہیں جو کہ سونے کو محض سونا ہونے کی وجہ سے کرنسی نہیں مانتے بلکہ سونے کی وہ صفات جسکی وجہ سے سونے کو بطور آلہ مبادلہ معاشرے میں تسلیم کیا گیا، ان وجوہات کی بنا پر سونے کو زر تسلیم کرتے ہیں اور پھر وہ یہ نکتہ اٹھاتے ہیں کہ جس چیز میں بھی یہ ''صفات'' ہوں گی وہ بطور کرنسی استعمال ہوسکتی ہے اور پھر اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ ڈیجیٹل کرنسی یا کرپٹو کرنسی کو کرنسی تسلیم کروانے پر اپنی ساری صلاحیتیں صرف کررہے ہیں جبکہ سائنسی حقیقت یہ ہے کہ ڈیجیٹل کرنسی یا کرپٹو کرنسی میں سونے کی صفات آ ہی نہیں سکتیں کیونکہ سونے میں اللہ رب العزت نے اپنی ذاتی قدر رکھی ہے جبکہ کرپٹو کرنسی کی اپنی کوئی ذاتی قدر نہیں ہے۔

ایک طرف تو سونے و چاندی کے سِکوں کو لوٹانے والے یہ کہتے ہیں کہ لوگ ان سِکوں کو بطور زر استعمال کر سکتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ لیگل ٹینڈر نہیں اور دراصل یہ یادگاری سِکہ ہیں کہ کہیں ان کی قانونی پکڑ نہ ہوجائے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں ان سونے و چاندی کے سِکوں کو خریدنے پر صارفین کو کیپیٹل گین ٹیکس (Capital Gain Tax) (CGT) دینا پڑے گا جو کہ عمومی طور پر اثاثوں کی فروخت پر دینا پڑتا ہے۔غرض اپنے آپ کو قانونی طور پر بچاتے ہوئے ان جاری کردہ یادگاری سِکوں کو اسلام سے جوڑا جاتا ہے۔ (جاری ہے)

مولانا عبدالقدوس محمدی
مہتمم ادارہ محمدی مسجد اسلام آباد

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعمیراتی اور تحقیقاتی منصوبے

برادر گرامی مولانا راشد الحق سمیع صاحب کا نام بچپن اور زمانہ تعلیم سے ہی سن رکھا تھا۔ ماہنامہ ''الحق'' کا ایک کمسن قاری ہونے کے ناطے ہمیشہ راشد الحق کی تحریریں، خطوط، اکابر کی تحریروں میں انکے محبت بھرے تذکرے پڑھ کر رشک آتا تھا۔ ہمارے دل میں ان کیلئے بچپن سے ہی بہت احترام اور جگہ تھی لیکن اب شعوری طور پر مولانا راشد الحق سمیع کو جتنا قریب سے دیکھا خاص طور پر انکے جو کام اور خدمات سامنے آتی ہیں تو ان کیلئے دل سے ڈھیروں دعائیں نکلتی ہیں، کتنے بزرگ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور ان کے کام بھی ان کیساتھ چلے جاتے ہیں یا انکے منصوبے رک جاتے ہیں لیکن مولانا راشد الحق نے حضرت شہیدؒ کے علمی کام کو جس انداز سے آگے بڑھایا، انکے تحقیقی اور تصنیفی ذخیرے کو جس طرح محفوظ کیا اس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں، صرف تفسیر حضرت لاہوریؒ کی دس جلدوں کی شکل میں تاریخ کا جو قرض ادا کرنے کی سعادت مولانا راشد الحق اور انکے رفقا کے حصے میں آئی اگر وہ کوئی اور کام نہ بھی کریں تو بھی ان کیلئے اور ہم سب کیلئے کافی ہے، آپ نے دیکھا ہوگا کتنی بڑی بڑی شخصیات دنیا سے چلی جاتی ہیں اور انکے بارے میں ان کے ورثاء اور انکے ادارے چند صفحات کا کتابچہ تیار نہیں کر پاتے، مولانا راشد الحق اور انکے رفقاء نے مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے بارے میں چار ضخیم جلدوں پر ماہنامہ ''الحق'' کا خصوصی نمبر شائع کیا اور کمال کر دیا۔ مولانا راشد الحق کی سب سے بڑی کرامت اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ جامعہ حقانیہ کی شاہکار تعمیرات کی بھی نگرانی فرماتے ہیں اور مہمان داری بھی انکے ذمہ ہے اور اس کیساتھ ساتھ وہ علمی کارنامے بھی سرانجام دیتے ہیں اور تدریسی سلسلہ بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ چھوٹا موٹا تعمیراتی کام کروانا، کوئی ایک کمرہ بنانا انسان کو کس طرح سے نچوڑ کر رکھ دیتا ہے اور مہمان داری انسان کے معمولات کو کس طرح متاثر کرتی ہے لیکن مولانا راشد الحق جامعہ حقانیہ جیسے عالمی ادارے میں دنیا بھر سے آنے والے مہمانوں کی مہمان نوازی اور خاطر مدارت میں مصروف عمل رہتے ہیں اور تعمیراتی کام تو ایسے کروائے کہ انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے نام پر بننے والی عظیم الشان مسجد ہو یا حضرت شہیدؒ کی یاد میں تعمیر ہونے والا تدریسی بلاک، طلبہ کیلئے تیار کیے جانے والے ہاسٹل ہوں یا چند برسوں کے دوران حقانیہ میں آنے والا تعمیراتی انقلاب، اسکی سب زیادہ ذمہ داری مولانا راشد الحق نے سنبھال رکھی ہے۔ انکی خوش قسمتی ہے کہ انہیں اپنے عم مکرم مولانا انوار الحق مدظلہ کی سرپرستی اور اپنے بھائی مولانا حامد الحق اور دیگر برادران کی حمایت حاصل ہے۔ جامعہ حقانیہ کا وزٹ کرتے ہوئے بار بار خیال آتا رہا کہ صاحبزادے ہوں تو ایسے ہوں جنہوں نے اپنے آباؤاجداد کے کام کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟

مفتی عبداللہ فردوس
رئیس دارالافتاء جامعہ الفلاح بخشالی مردان

منصب قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا تحقیقی جائزہ

اسلامی تہذیب کے قابلِ فخر موضوعات میں سے ایک موضوع قاضی القضاۃ ہے ،عوام اور خواص سب اس روشنی کے محتاج ہیں ،ہم فطری طور پر بڑوں کے لیے عمدہ باوقار، باعزت اور جامع الفاظ استعمال کرتے ہیں ،ملائکہ ، نبی ،رسول ،خلیفہ ،قاضی ،یا قاضی القضاۃ یہ سب کلمات تعظیم وتجیل ہیں ، ان القابات سے ان حضرات کو ذرہ برابر بڑائی وتکبر کا خیال بھی پیدانہیں ہوتا ہے۔ہاں! دور حاضر میں ہم ان القابات سے مانوس ضرور ہیں لیکن ان کا مفہوم محدود ہیں۔صرف قاضی کو قاضی نکاح تک محدود رکھا گیا اور قاضی شرعی سے ہم نامانوس ہیں نیز پہلی اور دوسری صدی کے اوائل میں عہدِ خلفائے راشدین اور بنوامیہ کے دور میں لوگ قاضی القضاۃ کے نام سے بالکل نامانوس تھے۔

اسلامی حکومت کے ڈیڑھ سو سال بعد ایک نئی اصطلاح ''قاضی القضاۃ'' سامنے کیوں آئی؟

انتہائی بحث وجستجو کے بعد اب تک اس کی وضاحت نہیں ملی کیونکہ زمانہ نبوت کے بعد خلفائے راشدینؓ سن چالیس ہجری تک اور بنوامیہ ۴۱ تا ۱۳۲ ہجری تک تقریباً بانوے سال قائم رہی، اس زمانے میں اس کا سراغ نہیں ملتا، خلافت اموی کے بعد ایک سو بتیس ہجری میں دولت عباسیہ قائم ہوئی اور تقریباً چارسو پچیس سال رہی ،یعنی ۱۳۲ تا ۶۵۶ تک پھر اچانک بنوعباس ہی کے زمانے میں پہلی دفعہ شہر بغداد میں قاضی القضاۃ کا عہدہ نظر آتا ہے۔

امام ابو یوسفؒ تین خلفا کے زمانے میں قاضی رہا، خلیفہ مہدی نے ۱۶۲ھ میں قاضی ابوبکر بن عبداللہؒ کے وفات کے بعد امام ابو یوسف قاضی کے عہدہ پر مقرر کیا،مہدی کے بعد اس کے جانشین ہادی نے بھی اسی عہدہ پر بحال رکھا پھر خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کی لیاقت واہلیت کو دیکھ کر تمام قاضیوں کا سربراہ اور بلادِ اسلامی کا قاضی القضاۃ لقب دیا، یہ وہ عہدہ تھا جو تاریخ اسلام میں اب تک کسی کو نصیب نہیں ہوا تھا۔علامہ خطیب بغدادیؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) نے آپ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

وھواول من دعی بقاضی القضاۃ فی الاسلام ۔

''آپ اسلام میں پہلا شخص ہے جو قاضی القضاۃ سے پکارا گیا۔''

علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ:وھو أجل أصحاب بی حنیف وول من لقب قاضی القضاۃ۔

امام ابو یوسفؒ ،امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ جلیل القدر ہے اور آپ پہلے شخص ہیں جو قاضی القضاۃ سے ملقب ہوئے ۔علامہ ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) کی بھی یہی رائے ہے:

وھو أول من لقب قاضی القضاۃ ، وان یقال لہ: قاضی قضاۃ الدنیا، لکنہ ان یستنیب فی سائر الاقالیم التی یحکم فیھا الخلیفۃ

''امام ابو یوسفؒ پہلے شخص ہیں جن کو قاضی القضاۃ کا لقب دیا گیا اور اس کو قاضی الدنیا بھی کہا جاتا ہے کیونکہ دنیا میں جہاں جہاں خلیفہ کا حکم چلتا تھا،وہاں وہاں عہدہ قضا کی نیابت آپ ہی کو سپرد تھی ۔قاضی ابن خلکان فرماتے ہیں: امام ابو یوسف پہلے شخص تھے جن کو قاضی القضاۃ کا خطاب دیا گیا تھا۔ابن عماد حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ اپنے زمانہ میں مشرق ومغرب میں ابو یوسف پہلے شخص تھے جن کو قاضی القضاۃ کا لقب دیا گیا تھا۔

القابات جوبھی ہوں کام اپنا نام خود متعین کراتا ہے۔یہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ موصوف ان القابات کے حق دار تھے اور نمایاں طور پر یہ صفات ان میں موجود تھے۔

ایک مصری عالم ابن طرطوس ''القضاۃفی الاسلام'' میں لکھتے ہیں : کہ یہ اصطلاح ایرانیوں سے لی گئی ہیں کیونکہ ایرانیوں میں قاضی القضاۃ ہوا کرتے تھے جو موبذ موبذان کا ترجمہ ہے جو علامہ جاحظ (المتوفی ۲۵۵) نے التاج فی أخلاق الملوك میں کیا ہے۔

لما مات موبذان موبذ، وصف لہ رجل من ورصطخر، یصلح لقضأ القضاۃ فی العلم والتلہ والمان یہ اصطلاح اصل میں ابو جعفر منصور محمد بن عبداللہ (المتوفی ۱۵۸ھ) جو بنو عباس کے مطلق العنان فرمان روا خلیفہ تھے،اس نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کو قابو میں رکھنے کے لیے پیش کیا تا کہ اِمام کو ممنون کرم بنانے میں حکومت چلانے میں رکاوٹ نہ بنے۔یہ اس زمانے کی بات ہے کہ جب خلفاء اور حکام اپنی مرضی کے مطابق قاضیوں کو حکم جاری کرنے پر مجبور کرتے تھے اور اسی سے قضا کا تقدس آلودہ ہونے کی کوشش شروع ہوئی۔ خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں کی چار خلافتیں گزری ہیں۔ بنو امیہ اور بنو عباس مشرق میں ۔خلافت ہسپانیہ مغرب میں اور خلافت عثمانیہ مشرق ومغرب کے سنگم پر۔

عباسیوں میں صرف تین خلفاء یعنی ابوالعباس ،مہدی اور امین آزاد ماں کے بیٹے تھے۔ منصور کی ماں بربر کنیز تھی، اسی طرح مامون کی ماں ایرانی ،مہدی اور واثق کی مائیں یونانی اور مقتدر کی ماں ترکی کنیزیں تھیں،ماں چاہے آزاد ہو یا کنیز، بچوں کے حقوق برابر ہوتے تھے۔ اسی لیے آزاد عورتوں کی اولاد اور لونڈیوں کی اولاد میں تنافس اور آویزش ہوتی رہتی تھی، جیسا کہ ہارون کے لڑکوں امین اور مامون کے درمیان ہوا۔ الامام القاضی ابویوسفؒ کی ولادت ۱۱۳اور وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی کل عمر ۶۹ سال تھا،ان کی کنیت ابویوسف ہے، نام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری، کوفی بغدادی ہیں ،امام ابوحنیفہ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔ سترہ سال اپنے استاد امام ابوحنیفہؒ کیساتھ رہیں اور سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب اور مسلک کو پھیلانے والے ہیں اور خیر خلف لخیر سلف کا مصداق تھے۔ فقیہ بھی ہیں اور حفاظ حدیث میں سے بھی تھے اور بادشاہ ہارون رشید اور ان کے بیٹے کے زمانہ میں قاضی القضاۃ رہیں۔

اسلامی قانون سازی میں امام ابوحنیفہ کا اسلوب

امام اعظم ابوحنیفہؒ عالم اسلام کے ایک عظیم علمی شخصیت تھے،ان کی زندگی کے بہت سے پہلو ہیں جن پر گفتگو ہو سکتی ہے اور ہونی چاہیے، امام صاحب کی شخصیت کے بیسیوں پہلو ہیں۔ میں اپنے ذوق کے مطابق ایک آدھ پہلو پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں لیکن تفصیلات میں جائے بغیر آپ کی خدمت میں دو سوالات پیش کرتا ہوں۔(۱) یہ عہدہ کیوں وجود میں آیا؟ (۲) امام ابو یوسفؒ نے قاضی القضاۃ کا منصب کیوں قبول کیا؟

یہ عہدہ کیوں وجود میں آیا؟

جب بنو عباس کا دور آیا تو مقامی قضا پھر صوبوں کی قضاء کے بعد سارے ممالک محروسہ کی قضاء وعدالت کے کلی اختیارات کا مسئلہ امام اور حکومت کے درمیان چھڑ ا گیا،حکومت نے امام کو قابو میں لانے کیلئے اسی آخری لقمہ کو پیش کیا لیکن امام اس پر راضی نہ ہوئے۔ قاضی کا یا قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کر کے اپنے سسٹم کا حصہ بنانے کی کوشش کی گئی ،اس دور میں قاضی ابن ابی لیلیٰؒ اور قاضی ابن شبرمہؒ جیسے بزرگ فقہاء بھی تھے لیکن نگاہ امام ابوحنیفہؒ پر ٹھہری اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات بنوامیہ کے دور سے قاضی اور سرکاری ملازم چلے آرہے تھے،اصل بات یہ نہیں تھی کہ قضاء کے عہدے پر ایک عادل آدمی بیٹھے بلکہ حاکم کا اصل منشا یہ تھا کہ ایک صاحبِ علم آدمی جس کی بات دنیا مانتی ہے وہ ہمارے سسٹم کا حصہ بن جائے اور ہماری قوت میں اضافہ کرے، چنانچہ امام صاحب نے انکار کر دیا، اس پر مکالمہ بھی ہوا اور دونوں طرف سے قسمیں بھی اٹھائی گئیں پھر امام صاحب کے انکار پر انہیں جیل بھیج

دیا گیا، امام صاحب نے جیل قبول کر لی لیکن ظلم کے نظام کا حصہ نہیں بنے۔

بلخ کے مشہور امام خلف بن ایوب بلخیؒ (المتوفی ۲۱۵ھ) فرماتے ہیں کہ: امام اعظم ابوحنیفہ کے خصائل وعادات میں مجھے دو باتیں زیادہ پسند آئیں: ☆ قضا کو قبول نہ کرنا حالانکہ انہیں طرح طرح کی ترغیبیں بھی دی گئی اور دھمکیوں سے بھی ڈرائے گئے مار بھی کھائی۔ ☆ قرآن کی تفسیر میں انہوں نے حصہ نہیں لیا۔

امام ابو یوسفؒ نے قاضی القضاۃ کا منصب کیوں قبول کیا؟

یہ تاریخ کا ایک اہم سوال ہے کہ امام ابو حنیفہ نے قاضی القضاۃ (جیسے آج رئیس مجلس القضاۃ الاعلی کہا جاتا ہے) کا منصب قبول نہیں کیا اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا، یعنی انہوں نے چیف جسٹس کا منصب قبول نہیں کیا لیکن جیل قبول کر لی تھی اور پھر جیل کے اندر آپکو زہر پلایا گیا جسکے نتیجے میں آپکی شہادت واقع ہوئی لیکن بعد میں ان کی مسند پر بیٹھنے والے انکے جانشین حضرت امام ابو یوسفؒ نے یہ منصب قبول کرلیا اور قاضی القضاۃ بن گئے۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہ تاریخ کا ایک اہم معمہ ہے۔ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کیلئے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ جس وقت امام ابو حنیفہؒ نے علمی دنیا میں قدم رکھا تو اس وقت کا ماحول کیا تھا؟ امام صاحب نے جب یہ منظر دیکھا کہ جس نہج پر اسلامی حکومت کا نظام آگے بڑھ رہا ہے اس صورتِ حال میں دو بنیادی کام ضروری ہیں (۱) اسلامی قانون سازی (۲) حکومتی مناصب کیلئے افراد سازی۔

اسلامی قانون سازی

امام صاحب نے یہ بھانپ لیا کہ ان کاموں کے لیے حکومت سے لاتعلق رہنا ضروری ہے کیوں کہ سرکاری سطح پر تو وہی کچھ ہونا ہے جو سرکار کے لیے قابل قبول ہو، اس لیے امام صاحب نے شریعت کو باقاعدہ منظم قانون اور ایک مربوط دستور کی شکل دینے کے لیے ایک پرائیویٹ اور نجی ادارہ قائم کرلیا تاکہ اسلامی قانون سازی دفعہ وار اور نظم وترتیب کے ساتھ سامنے آجائے اور اس طرح اسلامی قانون کو ایک علمی حصار ملے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے قانون سازی کا ذوق پیدا کیا اور قانون سازی کیلئے افراد جمع کیے۔ مجلس کے چالیس علماء و ماہرین کا کیا ہوا کام دنیا بھر میں اسلامی قانون سازی کی بنیاد ہے، دنیائے اسلام میں قانون سازی کا پہلا مربوط کام امام ابوحنیفہؒ اور ان کی جماعت نے کیا، آج کی علمی دنیا میں ایک بڑا سوال ہے کہ اسلامی ریاست میں قانون سازی جائز ہے یا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قانون سازی تو سب سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہ اوران کے شاگردوں نے کی ہے اورباقاعدہ مجلس قائم کر کے اسی ہزار سے زیادہ دفعات پر مشتمل ایک قانونی ذخیرہ امت کو دیا ہے لیکن اسلامی تاریخ کا سب سے پہلا دستور کس نے لکھا؟ یہ خلیفہ ہارون الرشید کی درخواست پر امام ابو یوسفؒ نے لکھا، جو کہ امام ابوحنیفہؒ کے جانشین تھے۔

حکومتی مناصب کے لیے افراد سازی

امام صاحب نے دوسرا کام افراد سازی کا کیا، میں اس کے لیے کسی لمبی بات کے بجائے ایک حوالہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں، جب امام صاحب کا علمی کام تکمیل کے مرحلے کو پہنچا تو امام صاحب نے کوفہ کی جامع مسجد میں ایک اجتماع منعقد کیا، روایت ہے کہ ایک ہزار کے قریب علماء اس اجتماع میں جمع ہوئیں جن سے امام صاحب نے خطاب فرمایا اور یہ امام صاحب کے شاگرد تھے۔ اِس خطاب کے کچھ حصے مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے اپنی کتاب امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی میں نقل کیے ہیں، امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے خطاب کیا کہ میں نے تم لوگوں کو پڑھایا ہے اور تمہیں تیار کیا ہے۔تم میں سے چالیس تو وہ ہیں جو قاضی بننے کی اہلیت رکھتے ہیں اوران میں سے دس وہ ہیں جو قاضیوں کی تربیت ونگرانی کی اہلیت بھی رکھتے ہیں تاکہ حکومتی مناصب پر جولوگ فائز ہوں وہ اہلیت کے حامل ہوں۔اب میں تمہیں امت کے حوالے کر رہا ہوں یعنی آئندہ اگر قاضیوں کی ضرورت ہوئی تو یہ دس آدمی میرے والا کام کریں گے۔ امام صاحبؒ خود قاضی نہ بنے کہ اس اہم کام کے لیے حکومتی اثر سے الگ رہنا ضروری تھا لیکن شاگردوں کی ایک بڑی تعداد کو قضاء کے لیے تیار کیا۔امام صاحب نے صرف صحیح اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ امام صاحب نے یہ جانچ لیا کہ جب تک اسلامی قانون ایک مدون شکل میں موجود نہ ہو اور جب تک قانون کو سمجھنے والے اور قانون کے مطابق فیصلے کرنے والے قاضی موجود نہ ہوں اس وقت تک بات آگے نہیں بڑھے گی۔ گویا امام صاحب نے اپنے وقت میں امت کی علمی و افرادی ضرورت کو پورا کیا اور دنیا کو دو عظیم تحفے دے کر دنیا سے تشریف لے گئے۔ایک قانون اوردوسرا قانون چلانے والے لوگ۔

خلیفہ ابوجعفر منصور کے دور میں قاضی القضاۃ(چیف جسٹس)اور وزیرخزانہ نہ بننے کی پاداش میں امام ابوحنیفہؒ کو قید کیا گیا اور مجموعی طور پر ایک سو پچاس کوڑے ان کے ننگے بدن پر برسائے گئے اور پورے چار سال قید و بند کی صعوبت انہوں نے اٹھائی، بالآخر جیل خانہ ہی میں ان کے منہ میں زبردستی زہر کا پیالہ انڈیل دیا گیا اور سجدہ کی حالت ہی میں انہوں نے ستر سال کی عمر میں اپنی عزیز

جان جانِ آفریں کے سپرد کی فرحمه اللّٰہ تعالی رحمة واسعة (آمین)
امام صاحب کی شہادت کے بعد واقعات جس رنگ میں پیش آئے وہ درج ذیل ہے:

اب امام اعظمؒ کے مایہ ناز شاگرد امام ابو یوسفؒ عباسی حکومت کے پہلے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے، امام صاحبؒ نے امام ابو یوسفؒ اور امام زفر بن ہذیلؒ کے بارے میں تاریخی جملہ ارشاد فرمایا کہ یہ دو آدمی صرف قاضی ہی نہیں بن سکتے بلکہ قاضیوں اور مفتیوں کی تربیت و تادیب کا کام بھی کر سکتے ہیں، امام زفرؒ نے بالکلیہ انکار کر دیا اگرچہ اس کا گھر اس کی وجہ سے گرا دیا گیا لیکن امام ابو یوسفؒ نے قاضی القضاہ کی عہدہ کو قبول کر دیا۔ اب یہ وقت تھا کہ امام ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ کا منصب قبول کر لیتے۔ تاریخ کے حوالے سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے تو قاضی القضاۃ کا منصب قبول نہیں کیا لیکن ان کے شاگرد اور جانشین امام ابو یوسف نے کیوں قبول کرلیا آخر کیوں؟ ابوجعفر منصور (المتوفی ۱۶۸ھ) کے بعد تین خلفاء مہدی (المتوفی (۱۶۹ھ)، ہادی (۱۷۰ھ) اور ہارون الرشید (المتوفی ۱۹۳ھ) اور پھر خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں آپ کو قاضی القضاہ بنایا گیا۔ امام ابویوسفؒ دین کی تائید اور نصرت کے لحاظ سے چند اعجازی ہستیوں میں سے ہیں۔ اوراسی عہدہ قضا کی منصب پر وفات پا گئے

قاضی القضاہ کا تصور ابوجعفر منصور کے دور میں پیدا ہوااور ہارون الرشید ہی کے دور میں قائم ہوا، نه أول من جمع بين العلمِ والعملِ في المسائلِ القضائيِ۔ علی بن صالح جب امام ابو یوسفؒ سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے: حدثني فقيه الفقهاء وقاضي القضاة وسيدالعلماء أبويوسف۔

امام ابو یوسفؒ اپنی علمی حیثیت کا احساس رکھتے تھے اور علم کو ذلیل نہیں ہونے دیتے تھے۔ ایک خاص موقع پر ہارون الرشید نے ان سے کہا۔ تدرمع من نت؟ تمھیں پتا ہے تم کس کے ساتھ ہو؟ مقصد اپنے منصبِ خلافت پر فخر تھا۔ امام ابو یوسفؒ نے برجستہ جواب دیا۔ آپ کو پتا ہے آپ کس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں؟ ہارون الرشید نے کہا: ہاں! ابو یوسفؒ کے ساتھ۔ امام ابو یوسفؒ نے کہا: ہاں! آپ کو اگر اپنے نسب پر فخر ہے کہ ہاشمی ہیں تو ہزاروں لوگ آپ کی طرح ہاشمی النسب موجود ہیں اور میں اپنے علم کے اعتبار سے دنیا میں اپنے وقت کا تنہا فرد ہوں، خلیفہ نے کہا کاش کہ میں خلیفہ نہ ہوتا ایک قلی ہوتا لیکن میرے پاس علم کی دولت ہوتی۔

قاضی ابو یوسف کے انتقال کے بعد قاضی القضاۃ کے عہدہ کے لئے قاضی وھب بن وھب القریشیؒ (المتوفی ۲۰۰ھ) جو ابو البختری کے نام سے مشہور ہے مقرر ہوئے۔ یہ ایک غیر حنفی عالم تھا،

جس کی وجہ سے خلیفہ ہارون الرشید نے امام محمدؒ کے منہ پر دوات ماری جس سے ان کا چہرہ زخمی ہوگیا یہ واقعہ ۱۸۴ھ کا ہے۔ اس وقت امام محمد رقہ کے قاضی تھے لیکن پھر امام محمدؒ سے قرب حاصل کرکے ان کو قاضی القضاۃ کا عہدہ سپرد کیا لیکن امام محمد کی حیات کا پیالہ لبریز ہوگیا اور رے شہر میں ۵۸ سال کی عمر میں بمطابق ۱۸۹ھ انتقال کیا، ہارون الرشید کے وفات کے بعد مامون الرشید کے عہد کے قاضی القضاۃ یحییٰ بن اکثم مقرر ہوئے، مامون کے بعد معتصم، متوکل اور واثق بلکہ عباسیوں کی حکومت میں شہنشائیت تک قضا کا عہدہ آن بان سے تر و تازہ رہا۔

خلافتِ عباسیہ کے ۳۷ خلفا ۵۳۰ سال میں گزریں جن کی ابتدا ۱۳۲ھ میں ابوالعباس سفاح (التوفی ۱۳۶ھ) کے ہاتھ پر بیعت سے ہوئی۔ امت کی گزشتہ تاریخ میں کبھی اتنے کم عمر نوجوان کو عالم اسلام کی قیادت نصیب نہیں ہوئی اور مستعصم باللہ عبداللہ بن منصور المستنصر عباسی خلفاء کا آخری چشم چراغ تھا جو تاتاریوں کے ہاتھ ۶۵۶ھ میں قتل ہوا۔ سوا پانچ سو سال میں قاضی یا قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہونے والے عموماً حنفی مسلک کے پابند فقہا تھے۔

امام صاحبؒ نے قاضی القضاۃ کا منصب قبول نہیں کیا لیکن امام ابو یوسف کے زمانے میں یہ دو بنیادیں موجود تھیں، ایک مدون قانون اور دوسرا قانون کو چلانے والے افراد، سارا اِنتظام مکمل تھا اس لیے انہوں نے قاضی القضاۃ کا منصب قبول کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ موقع دیا اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے تیار کیے ہوئے قانون اور افراد کو ایسے استعمال کیا کہ پھر فقہ حنفی آئندہ صدیوں میں عباسیوں کے قانون کی بنیاد رہی اور اس کے بعد عثمانیوں اور مغلوں کے قانون کی بنیاد بھی بنی۔

نتیجہ

امام ابو یوسفؒ کا عہدہ قضا قبول کرنے کی وجوہات اور ثمرات

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ کی علمی و انقلابی جدو جہد کی تکمیل۔

(۲) اسلامی احکام و قوانین عدالتوں میں رائج کرنا۔

(۳) معتزلہ، زنادقہ اور دیگر گمراہ فرقوں کا زور توڑنا۔

(۴) عدلیہ کے راستے نفاذ دین کی خدمت انجام دینا۔

(۵) فقہ اسلامی کو زمینی حقائق پر منطبق کرنا۔

مولانا مفتی محمد سفیان حقانی
ابن حضرت مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی

انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا شرعی جائزہ

خطباتِ حکیم الاسلامؒ میں ایک مضمون ''اعضاء کی پیوند کاری'' کے نام سے نظر سے گزرا، جس میں حضرت حکیم الاسلامؒ قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں کہ اس جسم کے ہم مالک نہیں ہیں، یہ سرکاری مشین ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔اگر آپ مالک ہوتے یا آپ کے قبضے میں ہوتا تو آپ کبھی اس جسم کو بیمار نہ ہونے دیتے، کبھی کسی عضو کو اپنی جگہ سے ٹلنے نہ دیتے مگر آپ مالک نہیں ہیں۔ بیماری آتی ہے تو آپ کو سر جھکا دینا پڑتا ہے۔صحت آتی ہے جب بھی سر جھکا دیتے ہیں،تو اگر آپ اپنے جسم کا کوئی عضو کسی دوسرے کو دینا چاہیں تو اول تو مالک نہیں۔اس کے علاوہ آپ نے ایک شخص کو اپنی آنکھ دے دی تو قیامت کے دن وہ کہے گا کہ اب چونکہ یہ میری ملک ہوگئی لہٰذا تم اندھے رہو اور یہ جسم جو ہے، برزخ ہو یا آخرت،عذاب اسی پر واقع ہوگا،لہٰذا آپ کو کیا حق ہے کہ آپ جسم کا کوئی عضو کسی دوسرے کو دے دیں؟ کچھ تقدیم وتاخیر اور اختصار کیساتھ حضرت حکیم الاسلامؒ کے اس مضمون سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی اعضا کی نہ بیع جائز ہے نہ تبرع لیکن یہ معاملہ آج کل عام ہو چکا ہے لہٰذا اس موضوع پر کچھ لکھنا مناسب معلوم ہوا،تا کہ یہ معلوم ہو کہ شرعی نقطہ نظر سے انسانی اعضا کی بیع یا ہبہ جائز ہے یا نہیں؟ لیکن یہ کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہے بلکہ علمائے کرام کی غور وفکر کیلئے اپنی ایک رائے کا اظہار ہے۔

انسانی اعضاء کی بیع یا ہبہ

انسان کے اجزا دراصل دو قسم کے ہیں۔ایک وہ جو پیدا ہوتے رہتے ہیں، جیسے خون، پسینا، بال، ناخن، عورت کا دودھ وغیرہ۔دوسری قسم وہ ہے جو متولد نہیں ہیں یعنی بار بار پیدا نہیں ہوتے، جیسے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، دل، گردہ اور جگر وغیرہ۔

اول قسم کی بیع اور ہبہ

انسانی جسم میں پہلی قسم کے اجزا جو کہ متولد ہوتے رہتے ہیں،ان میں سے صرف خون کے

بارے میں شریعت نے نجاست کا حکم لگایا ہے، باقی اجزا پاک ہیں۔ مذکورہ اجزا میں عورت کے دودھ کی خرید وفروخت کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ احناف اور موالک عدم جواز کے قائل ہیں جبکہ شوافع اور حنابلہ کے ہاں جائز ہے۔ اس کے علاوہ خون نجاست اور دیگر اجزا قابل منفعت نہ ہونے کی وجہ سے خرید وفروخت کے قابل نہیں ہیں، البتہ خون کی اگر ضرورت پڑجائے اور کوئی ایسا نہ ملے جو خون ہدیہ کرے، تو ایسی صورت میں خون خریدنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے لیکن بیچنے والے کے لئے پیسے لینے حرام ہوں گے۔ یہ بالکل رشوت جیسا معاملہ ہے کہ شدید ضرورت کے وقت رشوت دینا تو جائز ہوتا ہے لیکن لینا حرام ہوتا ہے۔ یہی رائے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کی فقہ البیوع میں ہے اور انہوں نے خنزیر کے بالوں کے مسئلے پر قیاس فرمایا ہے، ہمارے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ بوقت ضرورت خنزیر کے بالوں کو خریدنا جائز ہے اور فروخت ناجائز ہے لہٰذا بائع پیسوں کا مالک نہیں بنے گا۔ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ فرماتے ہیں کہ یہی معاملہ پھر خون میں بھی ہوگا۔

متولد اجزا کا تبرع

مذکورہ تمام اجزا کے تبرع میں قدرے وسعت ہے یعنی ان سب کا تبرع جائز معلوم ہوتی ہے۔

بالوں کا تبرع

صحیحین کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر اپنے بال مبارک تقسیم فرمائے تھے۔ اس سے بالوں کے تبرع کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

لو اخذ شعر النبیؐ ممن عندہ، واعطاہ ھدیۃ عظیمۃ لا علی وجہ البیع، فلا باس بہ (شامی کتاب البیوع، مطلب: الآدمی مکرم شرعاًولو کافراً)

پسینے کا تبرع

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کو ایک بوتل میں جمع کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ یہ ہم خوشبو میں ملاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب فرمائی۔

خون کا تبرع

البدایہ والنہایہ میں علامہ ابن کثیرؒ نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے ترجمہ اور تاریخ میں ان کا ایک قصہ نقل فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامہ لگوایا اور خون بہانے کی غرض سپرد کو دیا، لیکن وہ مبارک خون انہوں نے پی لیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر نہیں فرمائی بلکہ انہیں دوزخ کی آگ سے نجات کی بشارت سنائی۔ اب کوئی شخص کسی کا خون پی تو نہیں سکتا لیکن تبرع کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

ناخن کا تبرع

مسند احمد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ناخن مبارک تقسیم فرمانے کی روایت بھی موجود ہے۔

عورت کے دودھ کا تبرع

دودھ کی جب بعض فقہائے کرام کے ہاں بیع جائز ہے، تو ہبہ بھی جائز ہوگا لیکن عورت کے دودھ کا ملک بینک (Milk Bank) بنانا اور ان کو دودھ ہدیہ کرنا کسی کے ہاں جائز نہیں۔ مجمع الفقہ الاسلامی کا اس پر متفقہ فیصلہ ہے کہ نہ ایسے بینک بنانا جائز ہے اور نہ ایسے بینکوں سے بچوں کو (مدتِ رضاعت میں) دودھ پلانا جائز ہے۔ (بحوالہ فقہ البیوع، بنوك الحلیب)

دوسری قسم کے اجزا کی بیع اور ہبہ

انسانی جسم میں دوسری قسم کے غیر متولد اجزا جو کہ اصل کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کی خرید و فروخت کے عدم جواز پر بھی فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔ اس پر بھی مجمع الفقہ الاسلامی کا فیصلہ ہے۔ یہ فتوی حضرت شیخ الاسلام مدظلہ نے فقہ البیوع میں بنوك الحلیب کے عنوان کے تحت ذکر فرمایا ہے، نیز علامہ قہستانیؒ بیوع فاسدہ میں فرماتے ہیں:

> ولا بیع اجزاء الآدمی کالشعر، والعظم واللبن (جامع الرموز، کتاب البیوع، فصل: البیع الفاسد)

انہوں نے بات عام فرمادی کہ انسان کے تمام اجزا، خواہ متولد ہوں یا غیر متولد، ان کی بیع جائز نہیں ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان اجزا کا تبرع جائز ہے یا نہیں؟ المحیط البرھانی میں امام برہان الدین بن مازہ البخاری نے ایک جزئیہ ذکر فرمایا ہے، جس میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے

کہ انسانی اعضا میں جب ہلاکت کا خطرہ نہ ہو تو تبرع جائز ہے، وہ فرماتے ہیں:

وفی فتاوی ابی اللیث: رجل مضطر،لا یجد میتة،خاف الهلاك،فقال له رجل:اقطع یدی، وکلها،او اقطع منی قطعة،وکلها،لا یسعه ذلك؛لانه ربما یؤدی الی اتلافه(المحیط البرهانی، کتاب الاستحسان والکراهیة،الفصل الثالث العشرون فیما یسع من الجراحات فی بنی آدم والحیوانات......)

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر بوقت ضرورت کسی کو اپنا کوئی عضو دینے سے ہلاکت کا خطرہ ہو،تو جائز نہیں۔ مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہلاکت کا خطرہ نہ ہو،تو بوقت ضرورت کسی کو اپنا عضو دے سکتا ہے اور آج کل جدید ترقی یافتہ طب میں تجربہ اور مشاہدہ گواہ ہے کہ عضو دینے والے (Donar) کو مکمل Safety فراہم کی جاتی ہے۔

مردہ انسان کے اعضا سے استفادہ

انسان اپنے کل اجزا کے ساتھ حیاً و میتاً محترم و مکرم ہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے ولقد کرمنا بنی آدم لیکن بوقت ضرورت مردہ کے اجزا سے استفادہ بقدر ضرورت جائز ہے، بشرط یہ کہ وہ میت نبی نہ ہو۔علامہ حصکفیؒ مضطر کے بارے میں فرماتے ہیں:ویقدم المیتةعلی الصید(صید الحرم)، والصید علی مال الغیر،ولحم الانسان قیل ولحم الخنزیر،ولو المیت نبیا،لم یحل بحال (الدر المختار، کتاب الحج،باب الجنایات) یعنی مضطر اور مجبور کیلئے کسی انسان کا گوشت کھانا جائز ہے اگر کوئی اور مردار مہیا نہ،لیکن کسی بھی نبی علیہ السلام کا گوشت کسی حال میں بھی حلال اور جائز نہیں ،اسی طرح علامہ کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: والاستشفاء بالحرام جائزعند التیقن لحصول الشفائفیه، کتناول المیتة عند المخمصة، (بدائع الصنائع، کتاب الطهارة،فصل فی الطهارة الحقیقیة)

ہلاکت سے بچنے کی صورت میں اپنا کوئی عضو کسی کو تبرعاً دینے کی ایک دلیل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:ومن احیاها فکانما احیا الناس جمیعا،(المائدة :۳۲)

تفسیر مظہری میں اس کی تفسیر میں ہے: (ومن احیاها)ای تورع عن قتلهااو استنقذها من بعض اسباب الهلاك کالقتل،بغیر حق او غرق او حرق او هدم او نحو ذلك۔(او نحو ذلك) سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلاکت سے بچانے کے اور بھی بہت اسباب ہیں جو جدید طبی دنیا میں کسی سے مخفی نہیں۔

اسی طرح امام رازیؒ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:المراد من احیاء النفس تخلیصها عن المهلکات،مثل

الحرق و الغرق والجوع المفرط،البرد والحر المفرطین۔

امام رازیؒ کی عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہلاکت کے اسباب متعدد ہو سکتے ہیں۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ جن اسباب سے کسی کا بچانا یقینی ہواور اس کو بچایا جائے تو گویا پورے لوگوں کو بچانا ہے لہٰذا ہلاکت سے بچانے والے اسباب میں انسانی اعضا کی پیوندکاری کو بھی شروط کے ساتھ شامل کیا جاسکتا ہے آج کل چوں کہ Donor کومکمل حفظان صحت فراہم کیا جاتا ہے،جس کی وجہ سے وہ ہلاکت کے خطرے سے باہر ہوتا ہے،لہٰذا اپنا کوئی عضوکسی کوتبرعاً دینا جس سے وہ ہلاکت سے بچ جائے،جائز ہوگا،اسی طرح مردوں کے اعضاء سے بھی بوقت ضرورت،بقدرضرورت استفادہ کیا جا سکتا ہے،بشرط یہ کہ:

۱: کوئی ماہرڈاکٹرتجویز کرے کہ Transplantation کے بغیرکوئی چارہ نہیں۔

۲: Donor کی صحت کا بالکل صحیح انتظام موجود ہو،یعنی نہ اس کی ہلاکت کا خطرہ ہو،ورنہ خودکشی کے مترادف ہوگا اور نہ اس کے کسی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔

۳: Trasplantation میں اگر اصول(parents)اورفروع(offsprings) کی رعایت رکھی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا،کیونکہ ایک تو ان کے بلڈ گروپ(Blood group)، جینیاتی مماثلت (Neuclotides sequences)وغیرہ میں مماثلت اورمناسبت(Matcing)بہت زیادہ ہوتی ہے۔اسی طرح ان رشتوں کی وجہ سے Donorاور Receptor میں رضا مندی اور ہمدردی بھی پائی جاتی ہے،جس کی وجہ سے اعضا کی خریدوفروخت کا امکان نہیں رہتا۔

ملکیت کا اشکال

رہا یہ اشکال کہ ہبہ کیلئے تو ملکیت کا ہونا ضروری ہے اور اپنے جسم کے ہم مالک نہیں ہیں تو کوئی عضو کیسے ہبہ کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے اعضاء سے بوقت ضرورت استفادے کے لیے ملکیت کا ہونا ضروری نہیں،فقہائے کرام نے جن چیزوں سے بوقت ضرورت استفادے کی اجازت دی ہے ان میں سے بعض چیزوں میں تو ملکیت کا امکان ہی نہیں،مثلاً خنزیر کا گوشت،حرم کا شکاروغیرہ والله اعلم بالصواب۔

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

مولانا راشد الحق سمیع کی دارالعلوم میں درس مشکوٰۃ شریف پڑھانے کی سعادت

۲۲راگست : الحمدللہ! عم مکرم حضرت مولانا راشد الحق صاحب نے موقوف علیہ کلاس (الف اور ب) میں مشکوٰۃ شریف جلد ثانی کا درس اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شروع کر دیا ہے گوکہ عم مکرم ۱۹۹۷ء سے دارالعلوم میں باقاعدہ درجہ خامسہ تک تدریس کے ساتھ منسلک ہیں اور گزشتہ ۱۵۔۲۰ برس سے حدیث کی کتاب ''آثار السنن'' پڑھا رہے ہیں مگر دیگر بے پناہ مصروفیات جسمیں ماہنامہ ''الحق'' کی ادارت، تصنیف و تالیف کے جاری سلسلوں کی تکمیل، دارالعلوم کی جملہ جدید تعمیرات کی نگرانی و ذمہ داری اور داخلی و خارجہ امور کے سلسلے میں ہر دوسرے تیسرے دن اسفار کے باعث موقوف علیہ یا دورہ حدیث کا سبق ان وجوہات کے باعث شروع نہیں کر سکے مگر اس سال عم مکرم نے دیگر ذمہ داریوں کو کم کر دیا ہے اور حدیث کے درس پر توجہ مرکوز کردی ہے، حضرت دادا جان شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی ''کتاب الاطعمۃ'' کا درس دیا کرتے تھے، انہی کے اتباع اور نقش قدم پر عم مکرم مولانا راشد الحق صاحب نے بھی ''کتاب الاطعمۃ'' مشکوٰۃ شریف کا درس کا آغاز گزشتہ چار ماہ سے جاری رکھا ہوا ہے

شیخ ڈاکٹر نظام محمد صالح یعقوبی مدظلہ کی دارالعلوم حقانیہ آمد

۲۶راکتوبر ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ عالم عرب بحرین کے ممتاز محقق، نامور مصنف، ماہر اسلامی معاشیات، مسند البحرین الشیخ نظام محمد صالح یعقوبی اپنے وفد کے ہمراہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ اور طلبائے کرام کے ہمراہ معزز مہمان کا پرتپاک استقبال کیا اورانہیں اپنے دفتر میں دارالعلوم کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کیا۔معزز مہمان کے اعزاز میں دارالحدیث میں مختصر پروقار استقبالیہ تقریب کا انعقاد کیا گیا، حضرت مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے معزز مہمان کو خوش آمدید کہا اور اپنے خطابات میں ان کی خدمات کو سراہا۔معزز مہمان نے دارالحدیث میں طلباء کو اجازت حدیث دی اور دارالعلوم کی طرف سے آپ کو علمی ،ادبی خدمات کی بناء پر اعزازی سند دی گئی۔ دوسرے دن آپ دوبارہ جامعہ تشریف لائے اور شعبہ تخصصات میں طلباء کو اجازت حدیث سے نوازا۔انہیں دارالعلوم کی طرف سے مولانا راشد الحق سمیع

صاحب نے اعزازی شیلڈ، موتمر المصنفین سے شائع شدہ کتابیں (تفسیر لاہوری، الحق کی خصوصی اشاعتیں) پیش کیں۔آپ جامعہ کے لائق فائق مدرس استاد الحدیث حضرت مولانا فیض الرحمٰن صاحب کی دعوت پرتشریف لائے تھے۔

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد حسن محی الدین قادری کی جامعہ آمد

پاکستان عوامی تحریک اور منہاج القرآن کے سربراہ علامہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے صاحبزادے، علمی جانشین اور منہاج القرآن مجلس شوری کے چیئرمین جناب ڈاکٹر محمد حسن محی الدین قادری صاحب کی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک آمد ہوئی۔نائب مہتمم جامعہ حقانیہ حضرت مولانا حامد الحق حقانی، مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''الحق'' مولانا راشد الحق ، مولانا سید یوسف شاہ و دیگر نے معزز مہمانوں کا استقبال کیا۔حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ نے مہمانوں کے اعزاز میں منعقدہ مختصر پروقار تقریب سے خطاب کرتے ہوئے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور جامعہ حقانیہ کے تاریخی کردار پر روشنی ڈالی۔ان کے ہمراہ پاکستان عوامی تحریک کے مرکزی جنرل سیکرٹری جناب خرم نواز گنڈا پور صاحب اور تحریک کے صوبائی اعلیٰ عہدیدار بھی موجود تھے۔ملاقات میں باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا گیا،معزز مہمان نے ادارہ منہاج القرآن کی علمی خدمات کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کیا اور مولانا راشد الحق سمیع صاحب نے دارالعلوم حقانیہ اور شعبہ تخصصات کے علمی و تحقیقی امور سے متعلق بریفنگ بھی دی۔

حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کا دورہ چین

حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ حکومت چین کی دعوت پر دس روزہ دورے پر چین تشریف لے گئے جہاں چین کے دارالحکومت بیجنگ و دیگر شہرشیان، کاشغر، ارومچی وغیرہ کا دورہ کیا،حکومت چین کی جانب سے وفد کومختلف اسلامی جامعات،مدارس ومساجد کا دورہ کروایا گیا۔علاوہ ازیں مختلف شہروں اور ریاستوں کی سرکاری شخصیات نے وفد کے اعزاز میں متعدد تقریبات ودعوتوں کا اہتمام کیا۔انٹرنیشنل ریسرچ کونسل برائے مذہبی امور کے سربراہ مولانا اسرار مدنی نے چینی سفارت خانے کے ساتھ مل کر اس پروگرام کوترتیب دیا تھا۔اس وفد میں پاکستان کی مختلف تنظیموں اور اداروں سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام، سیاسی شخصیات اور سکالرز شامل تھے۔جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ بھی اس وفد میں شامل تھے۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شعبہ تخصصات میں بین الاقوامی علماومشائخ کی آمد

۴؍ستمبر بعد از نماز مغرب برطانیہ کے معروف عالم دین ومحقق حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی

(مانچسٹر) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ کے ہمراہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔شعبہ تخصصات میں مدیر ''الحق'' حضرت مولانا راشدالحق سمیع صاحب اور مشرف تخصص فی التفسیر مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی صاحب نے مہمانوں کا استقبال کیا اور انہیں خوش آمدید کہا، مولانا راشدالحق صاحب نے معزز مہمان کا تعارف کرواتے ہوئے کہا کہ مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب برطانیہ کے ممتاز علمائے کرام اور اصحاب قلم میں شمار ہوتے ہیں، مفکر اسلام حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمودؒ کے تربیت یافتہ ہیں اور ایک عرصہ تک اسلامک اکیڈمی مانچسٹر میں ان کے رفیق کار رہے ہیں۔اب چند سالوں سے انہوں نے ''اشاعت الاسلام'' کے نام سے مانچسٹر میں ہی ایک الگ ادارہ قائم کیا ہے۔ ماہنامہ ''الحق'' میں آپ کے گرانقدر مضامین بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ آپ ماہنامہ ''الہلال'' کے نام سے ایک دینی وعلمی جریدہ بھی نکال رہے ہیں، اس کے علاوہ متعدد موضوعات پر ان کی تصنیفات دینی رہنمائی کا ذریعہ بن رہی ہیں۔بعدازاں مدیر ''الحق'' مولانا راشد الحق سمیع صاحب نے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کو شرح صحیح مسلم (۲۳ جلد) کی تکمیل پر مبارکباد دی اور حقانی صاحب کی خدمات کو سراہا۔حضرت حقانی صاحب مدظلہ نے اپنے خطاب میں اپنے اس عظیم علمی کارنامے ''شرح مسلم'' کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا فیض قرار دیا نیز فرمایا کہ حیات وخدمات: شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی تیسری جلد بھی منظر عام پر آ گئی ہے۔حافظ رنگونی صاحب جامعہ ابوہریرہ تشریف لائے تو دونوں کتابوں کی تقریب رونمائی کی گئی۔حافظ رنگونی صاحب نے تخصصات کے شرکا سے ایک جامع خطاب بھی فرمایا۔بعدازاں حضرت مولانا راشدالحق سمیع کی رہائشگاہ میں مہمانوں کو عشائیہ دیا گیا۔صاحبزادہ مولانا محمد قاسم حقانی اور مولانا گل رحمٰن صاحب بھی ہمراہ تھے۔

وفاق المدارس العربیہ کے ترجمان مولانا عبدالقدوس محمدی صاحب کی دارالعلوم آمد

۲۳/اکتوبر کو اسلام آباد کے معروف مثالی دینی وتعلیمی ادارہ محمدی مسجد کے مہتمم وروح رواں اور وفاق المدارس العربیہ کے مرکزی ترجمان جناب مولانا عبدالقدوس محمدی صاحب اپنے ادارہ کے پندرہ رکنی وفد کے ہمراہ دارالعلوم حقانیہ کا مطالعاتی دورے کے لئے تشریف لائے۔آپ کے ہمراہ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا عبدالروف محمدی بھی شامل تھے۔ وفد میں جامعہ محمدی کے اساتذہ، علمائے کرام، ناظمین اوراس کی شاخوں کے نگران حضرات ہمراہ تھے۔مدیر ''الحق'' مولانا راشدالحق سمیع صاحب نے اپنے دفتر میں مہمانوں کا استقبال کیا اوران سے تفصیلی ملاقات کی اورانہیں جامعہ کے متعلق تفصیلی بریفنگ دی۔ بعدازاں انہیں دارالتدریس کے تمام شعبہ جات دکھائے گئے اور شعبہ

تخصصات میں علما سے ان کا تعارف کروایا۔ مولانا عبدالقدوس محمدی صاحب نے تخصص فی الدعوہ میں طلبا سے مختصر مگر پراثر خطاب فرمایا۔ بعدازاں مہمانوں کوایوان شریعت ہال اوردیگر شعبہ جات کامولانا راشدالحق سمیع صاحب نے دورہ کروایا ۔وفد نے جامعہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب اور نائب مہتمم صاحب حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب سے ان کے دفاتر میں ملاقات کی۔ وفد نے دارالعلوم کے نئے مکتبہ ،شعبہ حفظ ،حقانیہ کالج اوردیگر شعبہ جات کا بھی وزٹ کیا۔ ۔ یاد رہے کہ مولانا عبدالقدوس محمدی صاحب نہایت باصلاحیت ،اور متعدد صفات کی حامل شخصیت ہیں،عصر حاضر کے تمام تقاضوں اورضروریات سے اپنے فارغ التحصیل علماء کوفیض یاب کرارہے ہیں اورکم وقت میں انہوں نے اسلام آبادراولپنڈی میں متعدد معیاری برانچیں قائم کردی ہیں۔

حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ کی مصروفیات

۱۰راگست: پاکستان کے دورے پرتشریف لائے ہوئے امام مسجد نبویؐ فضیلۃ الشیخ الدکتور صلاح البدیر حفظہ اللہ کے اعزاز میں سعودی سفیر نواف بن سعید المالکی صاحب نے سعودی سفارتخانہ میں عشائیہ کا اہتمام کیا، والدمحترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ (امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان و نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ) نے شرکت فرمائی۔ امام صاحب سے ملاقات کی اور ان کو جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف آوری کی دعوت دی۔ ۱۱راگست: جمعیت علما اسلام(س) جنوبی پنجاب کے وفد کی جامعہ دارالعلوم حقانیہ آمد حضرت مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ سے ملاقات کی اور جماعتی امور پر تبادلہ خیال کیا ۔وفد میں صوبائی ترجمان مولانا عبدالصمد درخواستی ملتان سٹی کے امیر قاری سعید احمد رحیمی، ملک زبیر احمد کھوکھر اوردیگر شامل تھے۔۱۲راگست: عالمی مجلس تحفظ ختم ضلع نوشہرہ کے امیر قاری محمد اسلم صاحب تشریف لائے اور حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ سے ملاقات کی۔

۱۳راگست: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام تحفظ ختم نبوت آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت کے لئے اسلام آبادتشریف لے گئے کانفرنس میں شرکت اور خطاب فرمایا۔ ۱۷راگست: پاکستان مسلم لیگ ضیاء الحق شہید سربراہ جناب اعجاز الحق صاحب کی خصوصی دعوت پر سابق صدر پاکستان جنرل ضیا الحق شہید کی یوم شہادت کی مناسبت سے آرٹ کونسل راولپنڈی میں منعقدہ تقریب میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب ہمراہ تھے۔۱۸راگست : جمعیت علما اسلام (س) کے امیر اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کا ایک روزہ دورہ ہری پوراور ایبٹ آباد۔ دھمتوڑ ایبٹ آباد میں جمعیت علماء اسلام کے دیرینہ رہنما مولانا عتیق الرحمٰن ہاشمی کے ادارے خانقاہ ہاشمیہ کے ۴۸ویں سالانہ اجتماع وختم نبوت کانفرنس میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ بعدازاں ہری پور میں جمعیت علماء اسلام ہری پور کے رہنماؤں کی جانب

سے دیے گئے عشائیہ میں شرکت کی۔۲۳راگست: بانی جامعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے لائق نواسے اور حضرت مولانا اشرف علی قریشیؒ کے جانشین حضرت مولانا ارشد علی قریشی صاحب کے ادارے جامعہ اشرفیہ بجوڑی گیٹ نمک منڈی پشاور میں ختم نبوت کے حوالے سے حالیہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد یوم تشکر کے طور پر نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کیا۔۲۳راگست: پشاور پریس کلب میں جمعیت علما اسلام صوبہ خیبر پختونخوا کے رہنماؤں کے ہمراہ ختم نبوت کے حوالے سے سپریم کورٹ تاریخی فیصلے اور ملکی حالات پر اہم پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ ملک کے معروف عالم دین اور جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا انور بدخشانیؒ کی وفات پر تعزیت کا اظہار کیا۔۲۵راگست: ایک روزہ دورہ پر لوند خوڑ مردان تشریف لے گئے اپنے دیرینہ سیکورٹی گارڈ شوکت حیات کے صاحبزادے کی تقریب شادی میں شرکت کی۔۳۰راگست: وفاق المدارس العربیہ پنجاب کے ناظم ممتاز عالم دین حضرت مولانا قاضی عبدالرشیدؒ کی وفات پر ان کے ادارے جامعہ فاروقیہ راولپنڈی میں مرحوم کے لواحقین سے تعزیت کی۔ مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب راولپنڈی کے امیر قاری امین الحسنات، قاری اخلاق مدنی، راقم عبدالحق ثانی و دیگر ہمراہ تھے۔۴رستمبر کوئٹہ: جمعیت علما اسلام صوبہ بلوچستان کے سینئر صوبائی نائب امیر اور ضلع کوئٹہ کے امیر جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے وفادار اور مخلص فاضل مولانا ندا محمد حقانی وفات پاگئے مولانا مرحوم شہید ناموس رسالت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دیرینہ ساتھی اور شاگرد اور بڑے شیدائی تھے حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ نے مرحوم کی بلندی درجات کیلئے دعا فرمائی اور لواحقین سے تعزیت کا اظہار کیا۔۷رستمبر: یوم ختم نبوت کی گولڈن جوبلی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے یوم وفات کی مناسبت سے ایوان شریعت ہال جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں ایک پروقار تقریب کا انعقاد کیا گیا، تقریب سے خطاب کرتے ہوئے حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ نے بانی جامعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی زندگی کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور ان کی دینی و سیاسی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔تحریک ختم نبوت میں کردار ادا کرنے والے زعمائے ملت کے روشن کردار کو بھرپور انداز میں خراج تحسین پیش کیا گیا۔اس موقع پر حضرت مولانا عرفان الحق حقانی، حضرت مولانا سید یوسف شاہ اور حضرت مولانا لقمان الحق صاحبان نے بھی خطاب فرمایا۔

حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ کا دوروزہ دورہ جنوبی پنجاب

۱۲۔۱۳را کتوبر: حضرت نائب مہتمم صاحب مدظلہ دو روزہ دورہ پر جنوبی پنجاب کے شہر ملتان، بہاولنگر، چشتیاں تشریف لے گئے ۔جمعیت علمائے اسلام کے بزرگ رہنما مرکزی نائب امیر حضرت مولانا بشیر احمد شاد صاحب کے دوجوانسال صاحبزادوں کے انتقال پر منعقدہ تعزیتی جلسے سے بطور مہمان خصوصی خطاب فرمایا۔بعد ازاں ملتان میں جمعیت علمائے اسلام ملتان کے اجلاس میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔حضرت مولانا سید یوسف شاہ صاحب ہمراہ تھے۔

جمعیت علمائے اسلام (س) کی مرکزی مجلس عمومی وشوریٰ کے اجلاس کا انعقاد

۲ ر نومبر: جمعیت علمائے اسلام (س) کی مرکزی مجلس عمومی وشوریٰ کا اجلاس جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں مرکزی امیر حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں چاروں صوبوں سے جماعتی عہدیدارن نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔اجلاس میں ملکی سیاسی و جماعتی صورتحال پرغوروخوض کیا گیا۔ ۱۳ ر نومبر: زڑہ میانہ ضلع نوشہرہ میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس میں بطور مہمان خصوصی شرکت کی، اجتماع گاہ پہنچنے پر علمائے کرام اور مشران علاقہ نے بھرپور استقبال کیا۔

۱۴ ر نومبر: جمعیت کے بزرگ رہنما و مرکزی نائب امیر مولانا بشیر احمد شاد صاحب علالت کے باوجود جامعہ تشریف لائے اور حضرت والد صاحب مدظلہ سے تفصیلی ملاقات کی۔ ۱۵ ر نومبر: جامعہ کے دیرینہ متعلق حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دوست جناب واوا خان مرحوم کی اہلیہ کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے تنگی چارسدہ تشریف لے گئے اور مرحومہ کے صاحبزادے مولانا دلاور خان حقانی و دیگر برادران سے تعزیت کی۔ حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب بھی ہمراہ تھے۔

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی چھٹی یوم شہادت ''خدمات مولانا سمیع الحق شہید کانفرنس''

۲ ر نومبر ۲۰۲۴ء حضرت دادا جان شہیدؒ کی چھٹی یوم شہادت کی مناسبت سے جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی دینی، ملی، سیاسی اور تصنیفی خدمات کے حوالے سے ایک پروقار اور عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں شہید ناموس رسالتؐ مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی جملہ علمی، دینی، سیاسی، سماجی، تصنیفی تدریسی خدمات کوخراج تحسین پیش کیا گیا اور اس عزم کا اظہار کیا گیا کہ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے دینی وسیاسی وژن کے مطابق اسلام کی سربلندی، شریعت کے نفاذ ،استحکام و دفاع پاکستان اور خصوصا مظلوم فلسطینیوں کی حمایت اور ظالم، جابر اور قابض قوتوں کے خلاف سیاسی جدوجہد کو جاری رکھا جائے گا۔ اجتماع سے مہتمم جامعہ حقانیہ حضرت مولانا انوار الحق ، نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی ، سابق امیر جماعت اسلامی جناب سراج الحق ، جناب عبداللہ حمید گل ، مولانا عبدالقدوس نقشبندی ،مولانا عبدالقیوم حقانی ،مولانا ابوبکر ہزاروی، مولانا ایوب خان ،مولانا قاری بشیر احمد مدنی، مولانا سلطان محمود صاحبان و دیگر بزرگوں نے خطاب کیا۔ ان تمام معزز شرکاء نے حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور فلسطین میں جاری اسرائیلی جارحیت کی بھرپور مذمت کی اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ اسرائیل، امریکہ و مغرب کی عسکری و سیاسی جارحیت کوفوری روکا جائے ،غزہ کے مسلمانوں کوخوراک وادویات پہنچانے کے لئے قریبی مما لک کے بارڈرز کو فی الفور کھولے جائیں، اوآئی سی ،عرب لیگ ،اقوام متحدہ غیرت وحمیت کا مظاہرہ کرکے ظالم کے بجائے غزہ کے مظلوموں کا کھل کر ساتھ دے۔ الحمدللہ کانفرنس ہرلحاظ سے کامیاب رہی۔

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

تعارف وتبصرہ کتب

● قرآنی تصویر سازی (التصویر الفنی فی القرآن) تصنیف: علامہ سید قطب شہیدؒ
ترجمہ و تلخیص: مولانا مفتی انور خان سالارزئی ضخامت: ۳۰۱ صفحات
ناشر: المنہل پبلشرز جمشید روڈ بنوری ٹاؤن کراچی رابطہ نمبر 0335-3217997

قرآن کریم عظیم الشان اور مقدس کتاب الٰہی ہے جو پوری انسانیت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے، اس کی تلاوت باعث اجر وثواب، اس پر عمل کرنا باعث نجات اور اس پر غور وتدبر ترقی کا وسیلہ ہے جو قوم اسے تھام لیتی ہے وہ رفعت وبلندی کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوجاتی ہے، یہ مقدس کتاب دستور حیات، ضابطہ زندگی اور انسانیت کو صراط مستقیم دکھلانے کا پروانہ ہدایت ہے اور ساتھ یہ مقدس کتاب الٰہی فصاحت و بلاغت کی شاہکار بھی ہے، قرآن کے بیشمار علوم و معارف، حکم وعبر، رموز واسرار، اسلوب وادبیت پر مختلف زبانوں میں بے شمار کتابیں، مقالات اور مضامین لکھے گئے ہیں اور اس پر خامہ فرسائی کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ اس سلسلے کی ایک حسین کڑی مصر کے جید عالم ومفسر علامہ سید قطب شہیدؒ کی عربی زبان میں لکھی گئی شاہکار کاوش التصویر الفنی فی القرآن بھی ہے جس میں سید قطب شہیدؒ نے قرآن کے اسلوب بیان، فصاحت وبلاغت اور ادبی پہلوؤں پر نہایت علمی اور شگفتہ انداز سے روشنی ڈالی ہے اور قرآن کے فنی محاسن پر تفصیل سے بحث کی ہے، علامہ سید قطب شہید مصر میں اخوان المسلمین کے رہنماء ہونے کے ساتھ ایک صاحب اسلوب ادیب، نامور مصنف، جید محقق اور فعال ومتحرک شخصیت کے مالک بھی تھے، سید قطب شہیدؒ کا قلم قرآن کے موضوع پر بڑی پختگی اور خود اعتمادی کے ساتھ چلتا ہے، فی ظلال القرآن آپ کی مشہور تفسیر ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں بھی آپ نے قرآن کریم کے مناظر کی فنی نقشہ کشی کی ہے، آپ کی یہ کتاب عربی میں تھی اس کے کچھ اردو تراجم پہلے بھی ہو چکے ہیں۔ ''قرآنی تصویر سازی'' بھی اردو ترجمہ اور تلخیص ہے، اردو ترجمہ اور تلخیص کی سعادت مولانا مفتی انور خان سالارزئی صاحب نے حاصل کی، مترجم موصوف خیبر پختونخوا کے یوسفزئی قبیلہ کی ذیلی شاخ سالارزئی بونیر سے تعلق رکھتے

ہیں، آپ جید عالم دین، وسیع المطالعہ محقق، بہترین مدرس ہیں، انہیں اردو، عربی، فارسی، پشتو، انگریزی زبانوں پر بھی عبور حاصل ہے، آپ ایک بلند پایہ مصنف ومترجم بھی ہیں، آپ کی کئی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں جس نے اہل علم سے داد تحسین حاصل کرچکی ہیں، آپ کی چند تالیفات مثلاً ''تفاسیر اور مفسرین''، ''دور حاضر کے مذاہب اور فرقے''، ''آپ علم کیسے حاصل کریں؟''، العرف الوردی شرح الترمذی، ''قرآنی تصویر سازی'' قابل ذکر ہیں، آپ فن ترجمہ میں مہارت رکھتے ہیں، یہ کتاب اس کا بین ثبوت ہے کہ آپ نے اس کتاب کا ترجمہ اور تلخیص اس انداز سے کیا ہے کہ قاری کو اس پر ترجمے کا گماں نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ آپکی اس کاوش کو قبولیت سے نوازے (آمین)

- **جدید فقہی مسائل** تالیف مولانا مفتی خالد سیف اللہ رحمانی

ضخامت ۶ جلد ۲۹۸۳ صفحات ناشر زمزم پبلشرز کراچی

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب عصر حاضر کے ایک ممتاز ومقبول عالم دین، جید مدرس ومفتی اور ماہر فقیہ ہیں، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے روح رواں، ندوۃ العلما اور دار العلوم دیوبند کے رکن شوری اور علمی مجلّہ سہ ماہی ''بحث ونظر'' کے مدیر بھی ہیں، آپ ایک نامور محقق ومصنف ہونے کے ساتھ ہردلعزیز علمی شخصیت بھی ہیں، متعدد موضوعات پر آپ نے متعدد کتابیں لکھیں ہیں جس میں قرآن کریم اور اس کے متعلقات، حدیث اور اس کے متعلقات، سیرت نبوی اور دیگر معاشرتی موضوعات وغیرہ قابل ذکر ہے تاہم آپ کا خاص موضوع فقہ اسلامی ہے اور ان کی تصنیفی زندگی کا آغاز بھی اسی موضوع سے ہوا، جدید فقہی مسائل کو انہوں نے اپنی تحقیق کا موضوع بنایا اور متعدد تحقیقات پیش کیں، فقہ کے موضوع پر لکھی جانے والی تحریروں میں آپ ائمہ اربعہ کے علاوہ صحابہ و تابعین اور محدثین کی آرا سے استفادہ فرما کر ائمہ کی آرا کے درمیان تطبیق وترجیح سلیقے سے پیش فرماتے ہیں مقاصد شریعت کی رعایت کرتے ہوئے مسائل کے حل میں عرف وزمانہ کا خیال رکھتے ہیں، دلائل کی بنیاد پر ضرورت پڑنے کی صورت میں نہایت احتیاط کے ساتھ ائمہ احناف کے علاوہ دوسرے قول پر فتوی دیتے ہیں آپ مسائل کی تحقیق میں اجتہادی شان رکھتے ہیں۔ اجتہاد، تقلید، تلفیق، دیگر دبستان فقہ سے استفادہ، اجتماعی اجتہاد، جیسے موضوعات پر آپ نے کئی تحقیقی مقالات لکھے ہیں جس میں آپ کی فکر پوری طرح واضح ہوکر سامنے آتی ہے، فقہ کے موضوع پر مولانا کے قلم سے بڑا علمی سرمایہ تیار ہوگیا ہے، جس میں کتاب الفتاوی (چھ جلد) آپ کے فتاوی کا مجموعہ ہے، اس کی مزید کئی جلدیں زیر ترتیب ہیں، ''قاموس الفقہ'' (پانچ جلد) حروف تہجی کے اعتبار سے شرعی

مسائل کا ایک شاہکار انسائیکلو پیڈیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''جدید فقہی مسائل'' بھی آپ کی فقہی تصنیفات کے سلسلے کی ایک حسین کڑی ہے، اس کتاب کو علمی دنیا میں جو پذیرائی ملی وہ کم کتابوں کو ملی ہوگی، یہ پہلے دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی، اب زمزم پبلشرز کراچی کے ارباب اہتمام نے اسے چھ جلدوں میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی، یہ بڑی مفید اور اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہے جس میں مصنف کی وسعت مطالعہ، دقت نظر، مسائل حاضرہ سے واقفیت اور ان کے حل کی مخلصانہ فکر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کا جذبہ نمایاں ہے، اس کتاب میں انہوں نے معاشرتی تبدیلیوں اور سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی سے پیدا شدہ نئے مسائل کو نہایت علمی انداز میں حل کرنے کی کوشش کی ہے اور متنوع موضوعات مثلا ایمانیات، عبادات، معاملات، اخلاقیات، سماجی، معاشی، طبی اور جدید ذرائع ابلاغ سے متعلق مسائل کو حل کر کے امت کی شرعی و دینی رہنمائی کی ہے، اس میں جدید مسائل پر آپ کی وقیع تحریریں اور مقالات بھی شامل کئے گئے ہیں، یہ فقہی شاہکار ہر لائبریری اور ہر دار الافتاء کی ضرورت ہے، اس سے اہل علم اور عامہ الناس دونوں یکساں طور پر مستفید ہو سکتے۔

● کشف الامانی فی حیاۃ المحدث البغلانی تالیف: مفتی امان اللہ ثابت

ضخامت: ۱۴۴ صفحات ناشر: مکتبہ مجمع الانوار کابل افغانستان

مولانا مفتی امان اللہ ثابت جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل ہیں، کئی علمی کتابوں کے مصنف اور مولف بھی ہیں، زیر تبصرہ کتاب کشف الامانی میں مؤلف موصوف نے مشہور محدث اور اصحاب صحاح کے استاد امام قتیبہ بن سعید بغلانیؒ (۲۴۰ھ) کے حالات کو نہایت جامع انداز میں مرتب کئے ہیں۔ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصے میں نام ونسب، صورت، سیرت، اقتصادی حالت، شوق عبادت، درس و تدریس، علمی اسفار، ائمہ جرح و تعدیل کی نظر میں اساتذہ و تلامذہ اور دیگر اہم عنوانات پر بحث کی گئی ہے، دوسرے حصے میں امام قتیبہ بن سعیدؒ کے مزار کی طرف کابل سے بغلان تک کے سفر کے احوال ہیں، جہاں مؤلف نے مزار کے قریب نسائی شریف کی پہلی حدیث پڑھی، دوبارہ سفر میں جامع ترمذی کی پہلی حدیث اور اس کی تشریح پڑھی۔ تیسرے حصے میں حضرت امام قتیبہؒ سے مروی مختلف موضوعات پر چہل احادیث کو جمع کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت، سخاوت، شفقت، تواضع، مہر نبوت، آسان ولیمہ، منبر مدینہ منورہ سے محبت، عبادت، تعلیم استخارہ، مواخات وغیرہ سے متعلق احادیث ہیں۔ بہرحال! مولانا امان اللہ ثابت صاحب نے نہایت

جانفشانی سے مواد کومختلف کتب حدیث و تاریخ سے جمع کیا ہے۔ حدیث،علم حدیث اور تاریخ سے محبت رکھنے والے اصحاب علم کے لئے یہ کتاب بیش بہاتحفہ ہے مگر اس سے صرف پشتو دان طبقہ ہی مستفید ہوسکتا ہے کیونکہ کتاب پشتو میں ہے۔امید ہے کہ مؤلف دیگر زبانوں بالخصوص اردو میں اس کے ترجمہ کا بندوبست کریں گے۔(مبصر: مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی)

● علم الصرف (جامع) مؤلفین: مولانا عبدالمنان،مولانا رسالت خان،مولانا عبدالرؤف

ضخامت:۴۸۶صفحات ناشر: مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی۔ 0314 9600090

ادب عربی میں علم الصرف کی اہمیت کسی ذی شعور سے مخفی نہیں،اس علم میں کلمہ کی ذات سے بحث ہوتی ہے اور کلام عربی کی شکل وصورت کے درست مفاہیم و مقاصد کو پہچانا جاتا ہے،اس علم کی اہمیت کے پیش نظر اہل علم وقلم نے اس علم وفن میں مختلف زبانوں میں مختلف اوقات میں متعدد کتابیں تصنیف کیں ہیں،ہمارے ہاں برصغیر پاک و ہند کے دینی مدارس میں درس نظامی کے تحت اس فن کے کئی کتابیں شامل نصاب ہیں اور بڑے اہتمام کے ساتھ وہ کتابیں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں،موجودہ زمانہ میں طلباء کی استعداد اور صلاحیتیں کمزور ہونے کی بنا پرفنون کی مغلق کتابوں سے استفادہ ان کے لئے مشکل ہوتا جارہا ہےتو علماء نے اس ضرورت کے تحت سہل سے سہل انداز میں یہ قواعد،ضوابط، قوانین اور اصول کتابی صورت میں پیش کرنی کی کوشش کی ہے،اس سلسلہ میں علمائے کرام نے کافی کام کیا ہے اور متعدد کتابیں لکھیں ہیں،اس سلسلے کی ایک حسین کڑی مولانا عبد المنان،مولانا محمد رسالت خان،مولانا عبدالرؤف صاحبان کی مشترکہ کاوش علم الصرف جامع بھی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''علم الصرف جامع'' میں مؤلفین کرام نے علم صرف کی تمام بنیادی قواعد، قوانین،اصول وضوابط،ضروری مباحث اور اصطلاحات کونہایت سہل انداز میں نقشوں اور جداول اور لوحات کے ایک نئے اختراعی انداز میں ڈال دیا گیا ہے،اصول وقواعد کے سمجھانے کیلئے ہر قانون کے تحت حصہ مطالعہ،مواضع اجراء، وتمرنیات کا خصوصی اضافہ کیا ہے،طلبہ کی سہولت اور مختلف کلمات کی نشاندہی کیلئے مختلف رنگوں کا استعمال کیا گیا ہے،بہت ساری خصوصیات پر مشتمل یہ کاوش علم الصرف سے مناسبت رکھنے والے اساتذہ اور طلبہ کے لئے جامع گلدستہ اور انمول تحفہ سے کم نہیں،شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ (باباجی)،حضرت مولانا فیض الرحمٰن،حضرت مولانا الطاف الرحمٰن عباسی صاحبان کی تقریظات نے اس کتاب کی ثقاہت میں اضافہ کیا ہے،یہ کاوش سب کے لئے یکساں مفید ہے۔

Reged No.p-90 Monthly " Al-Haq " Akora Khattak